# رؤیتِ ہلال

## مشاہدہ
## یا
## نظامِ فلکیات پر اعتماد؟

www.KitaboSunnat.com

ابو کلیم مقصود الحسن فیضی

نورِ اسلام اکیڈمی
لاہور — پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

# محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

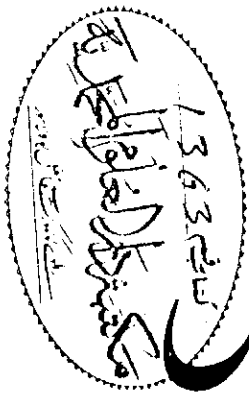

# رؤیتِ ہلال

## مشاہدہ یا نظامِ فلکیات پر اعتماد؟

از قلم

مولانا ابوکلیم مقصود الحسن فیضی

www.KitaboSunnat.com

ناشر

نورِ اسلام اکیڈمی

لاہور - پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق طباعت واشاعت بحق
**نور اسلام اکیڈمی لاہور**
محفوظ ہیں


نام کتاب : رؤیت ہلال ...... مشاہدہ یا نظام فلکیات پر اعتماد؟

مؤلف : مولانا ابوکلیم مقصود الحسن فیضی

ناشر : نور اسلام اکیڈمی، پوسٹ بکس 5166 لاہور

مطبع : شرکت پرنٹنگ پریس، 43 نسبت روڈ، لاہور

اشاعت : اوّل ــــــ ستمبر 2005ء


---


ملنے کے پتے:

- **قرآن اکیڈمی**، K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 03-5869501
- **مکتبہ سلفیہ**، شیش محل روڈ لاہور، فون: 7237184
- **نعمانی کتب خانہ**، حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور، فون: 7321865
- **ادارہ مطبوعات خواتین**، بالمقابل تعمیر سیرت کالج، منصورہ، ملتان روڈ لاہور


---


سیل سنٹر

**مکتبہ نور اسلام**

رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 7352847


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# ترتیب


- تمہید 5
- مقدمہ 10
- فصل اوّل
  رؤیتِ ہلال 21
- فصل دوم
  اختلافِ مطالع 57
- فصل سوم
  وحدتِ رؤیت 68
- فصل چہارم
  ترجیح اور کاتبِ مقالہ کی رائے 105
- خاتمہ اور بعض سفارشات 122


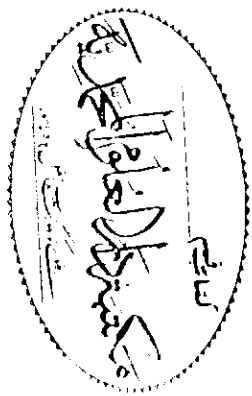

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# نیا چاند دیکھنے کی دُعا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔ رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ(۱)

''اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! اس چاند کو ہم پر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما اور ہر اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس سے تو محبت کرتا ہے اور جسے پسند کرتا ہے۔ (اے چاند) ہمارا اور تیرا ربّ اللہ تعالیٰ ہے''۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول عند رؤیة الهلال، حدیث: ۳۴۵۱ امام البانی نے تحقیق الترمذی میں حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔ وسنن الدارمی، حدیث: ۱۶۹۵ ومسند احمد: ۱/۱۴۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تمہید

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران:۱۰۲)

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النساء:۱)

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (الاحزاب:۷۰،۷۱)

امابعد: روزہ شروع کرنے اور عید منانے کے مسئلے کو شریعت نے رؤیتِ ہلال یا مہینے کے تیس دن پورے ہونے سے منسلک کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرة:۱۸۵)

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ)) (۱)

''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ افطار کرو، پھر اگر تم پر بادل

۱) صحيح البخاري:۱۹۰۹ الصوم۔ صحيح مسلم:۱۰۸۰ الصيام بروايت ابن عمر رضي الله عنهما

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چھا جائے تو ماہِ شعبان کی تیس کی گنتی پوری کرو۔''

یہ حکم ایک قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتا ہے' تمام دنیا کے مسلمان اس کے مخاطب ہیں' خواہ وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوں یا مکہ مکرمہ کے' عرب ہوں یا عجم' عہد نبویؐ کے مسلمان ہوں یا کسی اور صدی کے' ہر ایک کے لیے یہ ایک اصول ہے جس پر اپنے روزوں اور عید و حج کی بنیاد رکھیں۔ صدیوں تک علماء و فقہاء اس اصول پر قائم رہے اور عام مسلمان بھی اس پر ان کی پیروی کرتے رہے' لیکن بعد میں بعض فقہاء کی جدّت طرازیوں یا فقہی موشگافیوں کی وجہ سے یہ قاعدہ کلیہ ٹوٹتا ہوا نظر آیا اور اس بارے میں دو مسئلے بہت کھل کر سامنے آئے:

۱) کیا سارے عالم کے لیے کسی ایک جگہ کی رؤیت کافی ہے یا پھر ہر علاقے کے لوگ اپنی اپنی رؤیت پر اعتماد کریں؟

۲) رؤیت ہلال کے بجائے علم فلک پر اعتماد کر کے عربی یا شرعی مہینے کی ابتدا و انتہا کو مانا جا سکتا ہے یا نہیں؟

بلکہ مزید آگے بڑھ کر بعض احباب نے یہاں تک آواز بلند کی کہ تمام عالم کو صرف اور صرف مکہ مکرمہ کی رؤیت پر اعتماد کرنا چاہیے' حالانکہ یہ ایسا قول ہے جس کا قائل کوئی بھی ''عالم و فقیہہ بجز علامہ احمد شاکر'' کے نظر نہیں آتا۔

ان موضوعات پر ماضی قریب اور حال میں بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے' متعدد علمی اور فقہی کمیٹیوں نے ان موضوعات پر متعدد سیمینار منعقد کیے ہیں' خصوصاً ''رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ'' کے زیر نگرانی کام کرنے والی کمیٹی ''مجمع الفقہ الاسلامی'' میں یہ موضوع کئی بار زیر بحث آ چکا ہے' تفصیل کے خواہاں حضرات مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۳' جلد ۲ اور شمارہ ۳' جلد ۳ کا مطالعہ کریں۔

ان مقالات میں دو متضاد نظریات یا رائیں پیش کی گئیں۔ کچھ مقالہ نگار اور اہل علم نے تو اس بات پر زور دیا کہ شرعی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے ضروری ہے کہ تمام عالم اسلامی کو اپنے روزے اور عید کے موقعوں پر متحد رہنا چاہیے' بر خلاف اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوسرے مقالہ نگاروں اور اہلِ علم کا موقف تھا کہ وحدتِ رؤیت شرعی اعتبار سے قابل قبول نہیں ہے اور نہ ہی واقعۃ الأمر پر اسے منطبق کیا جاسکتا ہے۔ اس اختلاف کا اثر ہندو پاک پر بھی پڑا' متعدد دینی پرچوں اور اجتماعات میں یہ موضوع زیر بحث آیا' بلکہ بعض مستقل کتابیں بھی منصۂ شہود پر آئیں' لیکن ضرورت تھی کہ اس سلسلے میں کوئی متفقہ قرارداد پاس کی جائے تاکہ عوام کو خصوصاً ان کی سالانہ تقریبات کے موقع پر تشرذم واختلاف سے بچایا جاسکے۔ شاید اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ۲۸ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس [منعقدہ ۱۳' ۱۴' ۱۵ مارچ ۲۰۰۴ء بمقام پاکوڑ جھارکھنڈ بہار] میں ایک فقہی سیمینار بھی رکھنا چاہا' جس میں بعض اہم اور عصری مسائل پر مقالہ جات لکھنے کے لیے اہل قلم حضرات کو خطوط لکھے اور ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے رابطہ کیا۔ انہی عنوانات میں سے ایک عنوان ''وحدتِ رؤیت اور اختلافِ مطالع'' سے متعلق بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ مجلس انتظامیہ کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس کانفرنس اور سیمینار کو اپنے نیک مقصد میں کامیاب کرے۔ آمین!

اراکین مجلس انتظامیہ کی یہ خوش فہمی ہے کہ مجھ جیسے کم علم طالب علم کو اس قابل سمجھا اور وحدتِ رؤیت کے موضوع پر کچھ لکھنے کا حکم دیا۔ ناظم مجلس استقبالیہ نے ٹیلی فون پر اصرار کیا کہ مجھے اس پر کچھ ضرور لکھنا ہے' جس کے لیے بادلِ ناخواستہ مجھے تیار ہونا پڑا اور یہی سبب بنا ہے اس مقالے اور بحث کی ترتیب وتالیف کا۔

اس بحث کو ہم نے درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا ہے:

☆ تمہید: اس میں حمد وثنا کے بعد' مقالہ لکھنے کا سبب' طریقۂ بحث اور شکر وسپاس کا بیان ہے۔

☆ مقدمہ: اس میں شرعی مہینے کیا؟ مسلمانوں کے دینی ودُنیوی معاملات سے ان کا ارتباط' شرعی مہینوں کی معرفت کا ذریعہ اور ان کی ابتدا وانتہا کیسے؟ کا بیان ہے۔

☆ فصل اول: اس میں رؤیت ہلال کی اہمیت' رؤیت ہلال کے لیے جدید آلات کا استعمال اور اس کی شرعی حیثیت' شرعی مہینوں کے اثبات کے لیے علم فلک پر اعتماد کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شرعی حیثیت کا بیان قدرے تفصیل سے ہے۔

☆ فصل دوم: اس فصل میں اختلاف مطلع 'اس کی حقیقت وحدود اور اس کے اعتبار اور عدم اعتبار کا بیان ہے۔

☆ فصل سوم: اس فصل میں درج ذیل بحثیں ہیں:

بحث اوّل: وحدتِ رؤیت اور عدمِ وحدتِ رؤیت۔

بحث دوم: وحدتِ رؤیت اور عدمِ وحدتِ رؤیت کے بارے میں علماء کے اقوال کا اجمالی بیان۔

بحث سوم: تفصیلی بیان اور ہر ایک کے دلائل کا جائزہ۔

بحث چہارم: ترجیح اور کاتبِ مقالہ کی رائے۔

☆ خاتمہ: بحث کا خلاصہ اور بعض سفارشات۔

میری پوری کوشش یہ رہی ہے کہ ہر بات کو کتاب وسنت اور علمائے حق کے بیان سے مدلل کیا جائے اور مخالف کے دلائل کا بھی غیر جانب داری سے جائزہ لیا جائے۔ پھر بھی کاتبِ مقالہ ایک کم علم طالب علم اور خطاونسیان کا پتلا انسان ہے' اگر حق کو پہنچا تو محض فضل الٰہی سے اور اگر حق نے ساتھ نہیں دیا تو اس میں نفس وشیطان کا دخل ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ان احباب ومحسنین کا شکریہ ادا نہ کروں جو اس مقالہ کے لکھنے کا سبب بنے یا اس بارے میں ہمارے معاون ومددگار رہے ہیں۔

خصوصاً مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند جس نے مجھ جیسے کم علم کو اس لائق سمجھا کہ وہ اس علمی اور دعوتی کانفرنس میں مقالہ نگار اور مقرر کی حیثیت سے شریک ہو۔

جمعیة الغاط الخیریة کے ممبران جنہوں نے نہ صرف کانفرنس میں شرکت کی اجازت دی بلکہ اوقاتِ عمل کے دوران مقالہ لکھنے کی مکمل آزادی دی' اور جن کتابوں کی ضرورت پڑ سکتی تھی ان کی خریداری کا پورا اختیار دیا' بلکہ یہ حضرات ہر دعوتی کام میں میرے بہت بڑے معاون ثابت ہوئے ہیں۔ جزاهم الله عنّی وعن المسلمین خیر الجزاء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



محترم دوست مولانا شبیر احمد نورانی مالک نور اسلام اکیڈمی لاہور بھی خصوصی شکریہ کے حق دار ہیں جنہوں نے اپنی مشغولیت اور ناسازیٔ طبع کے باوجود پوری بحث کو دلجمعی سے پڑھا اور متعدد جگہ ترمیم کا مشورہ دیا اور اصلاح فرمائی۔

آخر میں اپنے عزیز بیٹوں اور بیٹیوں کا شکریہ جنہوں نے اس مقالہ کو کمپیوٹر پر لکھنے اور اس کی پروف ریڈنگ وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

حق یہ ہے کہ اگر فضل الٰہی کے بعد ان حضرات کی مدد شامل حال نہ رہتی تو اس کم علم سے یہ کام تکمیل تک نہ پہنچتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مذکورہ تمام حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائے اور اس مقالے کو میری اور ان کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

وصلی اللہ علی نبینا محمد وبارك وسلم

مقصود الحسن فیضی

جمعیة الغاط الخیریة

الغاط۔ سعودی عرب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مقدّمہ

## شرعی مہینے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝﴾ (یونس:۵)

''وہ (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم لوگ برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو' اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں' وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں''۔

یہ آیتِ کریمہ اوقات کی معرفت' تاریخ وحساب کے علم اور ماہ وسال کی تعیین کے بارے میں بنیادی اصول اور قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی سے نوازا اور اس کے لیے منزلیں متعین فرمائیں تاکہ دنوں اور ہفتوں کا حساب لگایا جاسکے اور چاند کو نور سے نوازا اور اس کے لیے بھی منزلیں متعین فرمائیں تاکہ مہینوں اور سالوں کا حساب آسانی سے کیا جاسکے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتوں اور دنوں کا حساب اس قدر آسان رکھا کہ شہری و دیہاتی' عالم و جاہل ہر شخص آسانی سے معلوم کرسکتا ہے۔ یعنی سورج نکلا تو دن شروع ہوگیا اور سورج ڈوبا تو دن ختم ہوا اور رات آگئی۔ اس طرح دن ورات کی تعداد سات پوری ہوگئی تو ایک ہفتہ مکمل ہوگیا۔ اسی طرح جب اُفق مغرب پر ماہِ نو دکھائی دیا تو نیا مہینہ شروع ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب انتیس یا تیس کی گنتی پوری کرکے دوبارہ ظاہر ہوا تو ایک مہینہ پورا ہوکر دوسرا مہینہ شروع ہوگیا اور اس طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جب مہینوں کی تعداد بارہ پوری ہوگئی تو ایک سال مکمل ہوگیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ.....﴾ (التوبة:٣٦)

''مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے' اسی دن سے جب سے آسمان اور زمین کو اس نے پیدا کیا ہے' ان میں سے چار مہینے حرمت وادب کے ہیں' یہی درست دین ہے۔''

اللہ ربّ العالمین کی مقرر کردہ یہی وہ تقویم وجنتری ہے جسے تمام اقوام کے لیے مقرر کیا گیا ہے' جس کے ذریعے سے لوگ اپنے دینی ودُنیوی معاملات کا حساب کرتے چلے آئے تھے' لیکن شیطان کی پیروی اور آسان ترین طریق پر عدم قناعت کی وجہ سے اس فطری اور شرعی تقویم کو چھوڑ کر لوگوں نے نسیٔ ' کبیسہ اور ملماس (۲) کی بدعت ایجاد کر لی تھی۔ اہل عرب اور خصوصاً حرم کے پاسبان حضرات بھی اس بدعت سے محفوظ نہ رہ سکے جس سے قمری مہینوں کی وہ ترتیب جو اللہ تعالیٰ نے رکھی تھی' اپنی اصلی حالت پر

---

(۲) اہل عرب نے مہینہ اور سال کے سلسلے میں دو بدعتیں ایجاد کی تھیں: پہلی بدعت ''نسیٔ '' کی تھی۔ ''نسیٔ '' کے معنی ہیں تأخیر کے۔ ہوتا یہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن چار مہینوں کو حرمت واحترام کا مہینہ قرار دیا تھا' ان میں تین مہینے پے در پے تھے' ذی القعدہ' ذی الحجہ اور محرم' ان مہینوں میں مشرک بھی جنگ وجدال اور غارت گری کو حرام تصور کرتے تھے' لیکن چونکہ تین مہینے پے در پے جنگ وجدال اور خون کا انتقام لینے سے رکے رہنا ایک لمبی مدت تھی جو ان کے صبر سے باہر کی بات تھی' اس لیے وہ ان مہینوں میں سے کسی ایک مہینے کو حلال سمجھ کر اس میں قتل وغارت گری کر لیا کرتے تھے اور اس کے بدلے کسی حلال مہینے کو حرام قرار دے کر حرام مہینوں کی تعداد پوری کر لیا کرتے تھے۔

دوسری بدعت ''کبیسہ'' کی تھی، یہ بعینہٖ وہی چیز ہے جسے ہمارے یہاں لَوند اور ملماس کا مہینہ کہتے ہیں' یعنی قمری سال کو شمسی سال کے مطابق کرنے کے لیے ہر تیسرے سال قمری سال میں ایک مہینے کا اضافہ کر دیا کرتے تھے تاکہ حج ہمیشہ ایک ہی موسم میں آتا رہے اور وہ حج کے موقع پر سردی وگرمی کی الجھنوں سے بچتے رہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باقی نہ رہ سکی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جب اس دین حنیف کو مکمل کیا تو مہینوں کی ترتیب کو بھی ان کی اصلی حالت پر لوٹا دیا اور اسی کو درست دین قرار دیا تا کہ واضح ہو جائے کہ مہینوں کی یہی ترتیب اور دنوں اور سالوں کا یہی حساب برحق ہے' اسی کو اپنانا چاہیے اور اپنے دینی و دُنیوی معاملات کو انہی مہینوں اور سالوں کی بنیاد پر چلانا چاہیے۔ (۳)

اسی سہولت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے بندوں کے یومیہ اور ہفتہ واری معاملات' خواہ وہ دینی ہوں یا دُنیوی' کا حساب سورج کے غروب وطلوع پر رکھا ہے۔ نماز سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (الاسراء: ۷۸)

''نماز کو قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی' یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے''۔

(۳) بعض علماء کا خیال ہے کہ چونکہ نسیٔ وکبیسہ کی بدعت کی وجہ سے حج کبھی محرم میں واقع ہوتا تھا' کبھی ذی القعدۃ اور کبھی کسی اور مہینے میں' اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے اس فریضے کی ادائیگی میں تاخیر سے کام لیا' حتیٰ کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا حج ذی القعدۃ کے مہینے میں واقع ہوا تھا۔ اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی کو یہ اطلاع دی کہ اس سال حج اپنے اصلی وقت پر ہے تو آپ نے حج کا عزم فرمایا۔ یہی وہ نسیٔ کی بدعت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام وکفر قرار دیا اور آپ ﷺ نے حج کے خطبے میں یہ اعلان فرما دیا کہ اب مہینوں کی ترتیب اپنی اسی حالت پر آ گئی ہے جس پر اس کی تخلیق ہوئی تھی۔ چنانچہ اس موقع پر ارشادِ نبویؐ ہوا:

إن الزمان استدار كهيئته يوم خلق السماوات والأرض' السنة اثنا عشر شهراً منها أربعة حرم: ثلاث متواليات' ذو القعدة' ذو الحجة' محرم ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان۔ (صحيح البخاري: ٤٦٦٣ التفسير۔ وصحيح مسلم: ١٦٧٩ القسامة بروايت ابو بكرة۔ دیکھئے مجموع الفتاوی ج ۲۵ ص ۱۴۵۔)

''زمانہ گھوم کر اپنی اسی حالت پر آ گیا ہے آسمان کی پیدائش کے وقت جس حال پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے' ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں' تین تو پے در پے ہیں' ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم اور رجب مضر جو جمادی الآخر اور شعبان کے بیچ ہے''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوسری طرف ماہانہ وسالانہ معاملات کو چاند کے حساب سے منسلک کر دیا ہے۔

حج سے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ﴾ (البقرۃ: ۱۸۹)

''لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کی جنتری اور حج کے لیے ہے''۔

اسی مثال پر دوسرے اعمال کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اسلام میں قمری مہینے ہی اصل بنیاد ہیں' انہی کے اعتبار سے مسلمانوں کی عبادات اور معاملات کے ماہ وسال کا تعین کیا جائے گا اور چاند کو بنیاد بنا کر شرعی مہینے اور شرعی سال طے کیے جائیں گے' حتیٰ کہ علماء نے اپنے معاملات وغیرہ میں غیر شرعی مہینوں پر اعتماد کو ناجائز قرار دیا ہے اور تاریخ وجنتری میں غیر قوم سے مشابہت کو منع فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین خلیفۂ راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام ﷺ کے مشورے سے چاند کے اعتبار سے ہجری سال ایجاد کیا۔

آیت ﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا ..... الآية﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہلِ علم کا کہنا ہے کہ اس آیت کی روشنی میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی خرید وفروخت' لین دین کی مدت کی تعیین' زکوٰۃ کی ادائیگی اور دوسرے تمام احکام میں عربی سال کا اعتبار رکھیں' ان کے لیے رومی اور عجمی سالوں کا اعتبار جائز نہ ہوگا۔ (۴)

## شرعی مہینوں کی معرفت کا ذریعہ:

چونکہ مسلمانوں کے تمام دینی ودُنیوی معاملات قمری مہینوں سے منسلک ہیں اس لیے ان کی پہچان اور ان کی ابتدا وانتہا سے متعلق معلومات حاصل کرنا ایک ضروری امر ہے جس کے لیے شریعت نے بہت ہی آسان طریقہ رکھا ہے' لہٰذا ہر جگہ' ہر زمانے اور ہر

(۴) تفسیر الرازی' ج ۸' ص ۵۵۔ نیز احکام القرآن للقرطبی' ج ۸' ص ۸۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے راقم سطور کی کتاب: وفاداری یا بیزاری' ص: ۳۱۴ تا ۳۱۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قسم کے لوگ آسانی سے مہینہ کی ابتدا و انتہا کو معلوم کر سکتے ہیں' بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ رات و دن کی آمد و رفت کو ہر شخص آسانی سے معلوم کر لیتا ہے۔ یہ ایک فطری چیز بھی ہے' چونکہ تاریخ ہر شخص کی ضرورت ہے' ہر زمانے اور معاشرے کی ضرورت ہے اور جو چیز تمام لوگوں کی ضرورت ہو' ضروری ہے کہ اس کا حصول اور اس کی معرفت بھی آسان ہو۔ بنا بریں مہینے کی ابتدا و انتہا کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ہی آسان رکھا ہے' یعنی ۲۹ دن گزرنے کے بعد رؤیت ہلال یا تیس کی گنتی کا پورا کر لینا۔ چنانچہ رمضان سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ اور رمضان ہی سے متعلق ارشادِ نبویؐ ہے:

((إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ)) (۵)

''جب اسے (یعنی چاند) دیکھو تو روزہ رکھنا شروع کرو اور جب [۲۹ کی گنتی پوری کرنے کے بعد] اسے دیکھو تو افطار کر دو' پھر اگر [۲۹ کی شام یعنی تیسویں شب کو] تمہارے اوپر بدلی چھا جائے تو اس کا اندازہ کرو [یعنی تیس کی گنتی پوری کرو]۔''

اس آیت اور حدیث میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے رمضان المبارک کے روزہ' جو اسلام کا ایک رکن ہے' کی ابتدا کے لیے چاند دیکھنے کی شرط لگائی ہے کہ اگر شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند نظر آ جائے تو اگلے دن' جو رمضان المبارک کا پہلا دن ہوگا' روزہ واجب ہوگا۔ اسی طرح رمضان المبارک کی انتیس تاریخ کی شام کو سورج ڈوبنے کے وقت چاند نظر آ جائے تو اگلے دن' جو شوال کی پہلی تاریخ ہوگی' اُس دن روزہ افطار کرنا واجب ہوگا' لیکن اگر کسی وجہ سے انتیس کا چاند نظر نہیں آیا تو اس مہینے کے تیس دن پورے کرنے ہوں گے۔ مہینوں کی ابتدا و انتہا کے بارے میں یہ شرعی حکم ہے اور اسی پر عمل کرنا واجب ہوگا' کسی حساب دان یا ماہرِ علمِ فلکیات کے قول کی

(۵) صحیح البخاری: ۱۹۰۰' الصوم۔ صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الصیام۔ بروایت عبداللہ بن عمر، الفاظ بخاری شریف کے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بنیاد پر فیصلہ نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبویؐ ہے:

((اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ ' اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ ' وَالشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا ' يَعْنِيْ تَمَامَ ثَلَاثِيْنَ))(۶)

''ہم لوگ اُمّی اُمت ہیں' نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب رکھتے ہیں' مہینہ اتنا ہوتا ہے اور اتنا ہوتا ہے اور اتنا ہوتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھول کر اشارہ فرمایا اور تیسری بار اپنے ایک ہاتھ کے انگوٹھے کو موڑ لیا [گویا کہ ۲۹ دن بتائے] پھر فرمایا مہینہ اتنا ہوتا ہے' اتنا ہوتا ہے اور اتنا ہوتا ہے' یعنی پورے تیس دن''۔

یعنی چاند کے معاملے میں ہم لکھنے پڑھنے اور کسی کتاب وحساب کے محتاج نہیں ہیں' ہمیں اپنے روزے اور عبادات کے معاملہ میں ستاروں اور سیاروں کی حرکات جاننے کا مکلّف نہیں بنایا گیا' بلکہ ایک ایسی واضح چیز کا حکم دیا گیا ہے جس کو عالم و جاہل سب برابر جان سکتے ہیں اور وہ ہے رؤیتِ ہلال کا معاملہ کہ انتیس تاریخ کے بعد آنے والی شام اگر چاند دکھائی دیا تو مہینہ انتیس کا شمار ہوگا ورنہ تیس کی گنتی پوری کی جائے گی۔ ایک اور حدیث میں ارشادِ نبویؐ ہے:

((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ))(۷)

''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو' اور اگر چاند دکھائی نہ دے تو شعبان کی تیس کی گنتی پوری کرو۔''

---

(۶) صحیح البخاری: ۱۹۰۰' الصوم۔ صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الصیام۔ بروایت عبداللہ بن عمر۔ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

(۷) صحیح البخاری: ۱۹۰۹' الصوم۔ صحیح مسلم: ۱۰۸۱' الصیام۔ بروایت ابو ہریرہ۔ اسی کے قریب قریب الفاظ میں یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے اور معجم الطبرانی الکبیر میں حضرت براء بن عازب سے بھی مروی ہے' دیکھئے کنز العمال ج ۸ ص ۲۸۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان حدیثوں سے درج ذیل فائدے حاصل ہوئے:

۱) مسلمانوں کے معاملات میں، خصوصاً عبادات میں، از روئے شرع قمری مہینے ہی معتبر ہیں۔

۲) ابتدائے ماہ اور انتہائے ماہ کی معلومات کا واحد ذریعہ رؤیت ہلال ہے، اس بارے میں علم فلک اور حساب نجوم پر اعتماد جائز نہ ہوگا۔

۳) شرعی مہینے کبھی انتیس دن کے ہوتے ہیں اور کبھی تیس دن کے، نہ اس سے کم ہوں گے اور نہ اس سے زیادہ ہو سکتے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلشَّهْرُ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَعِشْرِيْنَ وَيَكُوْنُ ثَلَاثِيْنَ ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ)) (۸)

''کبھی مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے، سو جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو افطار کرو، پھر اگر تم پر بادل چھا جائے تو [تیس کی] گنتی پوری کرو۔''(۹)

۴) شریعت نے ابتدائے ماہ اور انتہائے ماہ کے لیے رؤیتِ ہلال کو اس لیے شرط قرار دیا ہے کہ:

ا) یہ عمل بہت ہی آسان اور عام لوگوں کے حالات کے مناسب ہے۔

ب) یہ حساب یقینی ہے اور اس میں خطا کا امکان نہیں ہے۔

---

(۸) سنن النسائی: ۲۱۴۰، الصیام، ج ۳، ص ۲۹، بروایت ابو ہریرہ، اس مفہوم کی متعدد حدیثیں کتب ستہ میں موجود ہیں، مثال کے طور پر دیکھئے صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۸، ۱۴۹۔

(۹) علمائے فلک کا کہنا ہے کہ قمری سال کے بارہ مہینے کبھی بھی نہ تو سب کے سب انتیس دن کے ہوں گے اور نہ ہی سب کے سب تیس دن کے ہوں گے بلکہ کسی سال چھ مہینے انتیس دن کے اور چھ مہینے تیس دن کے ہوں گے اور کسی سال پانچ مہینے انتیس دن کے ہوں گے اور سات مہینے تیس دن کے، نہ تو تیس دن والے مہینے سات سے زیادہ ہوں گے اور نہ ہی انتیس دن والے مہینے پانچ ماہ سے کم ہوں گے۔ دیکھئے العلم المنثور للسبکی ص ۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ج) اس کے علاوہ علم فلکیات کے حساب وتنجیم کا طریقہ مشکل ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں خطا کا امکان موجود ہے' اسی لیے علماء کہتے ہیں کہ رؤیت ہلال کے بارے میں اس اُمت کو جو اُمّی کہا گیا ہے وہ بطورِ مدح ہے۔ (۱۰)

۵) اگر علم فلک ونجوم کا حساب یہ کہتا ہے کہ چاند ہوگیا لیکن آنکھوں سے چاند نہ دیکھا جاسکا تو حساب کا اعتبار نہ ہوگا اور نہ ہی علم فلکیات کے حساب کی بنیاد پر روزے اور عید کے ایام کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر حساب یہ کہتا ہے کہ چاند نہیں ہوسکتا اور لوگوں نے عملاً چاند دیکھ لیا [بشرطیکہ دیکھنے والے ثقہ اور قابل اعتماد ہوں اور ان کی شہادت پر بھروسہ کیا جاسکے] تو اعتبار چاند دیکھنے کا ہوگا نہ کہ علم فلکیات کے حساب کا۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ علمائے اُمت کا اس پر اجماع ہے۔ (۱۱)

۶) صرف روزہ اور عید ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے تمام معاملات جیسے زکوٰۃ' عورتوں کی عدت' ایلاء کی مدت' قرض کی مدت وغیرہ تمام امور رؤیتِ ہلال کے مطابق اور شرعی مہینوں کے مطابق طے کیے جائیں گے۔ (۱۲)

## شرعی مہینوں کی ابتدا اور انتہا:

پچھلی سطور سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی شرعی مہینہ انتیس دن سے کم اور تیس دن سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور ان کی معرفت کا واحد ذریعہ رؤیتِ ہلال ہے' جس کا واضح مطلب ہے کہ شرعی مہینوں کی ابتدا وانتہا رؤیتِ ہلال یا پھر تیس دن پورے ہونے پر موقوف ہے' یعنی چاند نظر آتے ہی پچھلا مہینہ رخصت ہوا اور نیا مہینہ شروع ہوگیا' لیکن واضح رہے کہ اس سلسلے میں اس رؤیت کا اعتبار ہے جو غروبِ آفتاب کے بعد یا اس کے بالکل

---

(۱۰) مجموع فتاویٰ ج ۲۵ ص ۱۹۹، ۲۰۰

(۱۱) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۵ ص ۱۳۲' العلم المنثور للسبکی ص ۲۰۔ مرعاۃ المفاتیح ج ۶ ص ۴۳۵۔ فقہ النوازل ج ۳ ص ۱۹۹، ۲۰۰۔ سعودی عرب کے مقتدر علماء کی کمیٹی نے بھی متفقہ طور پر یہی قرارداد پاس کی ہے۔ دیکھئے ابحاث ھیئۃ کبار العلماء ج ۳ ص ۳۴۔

(۱۲) مجموع فتاویٰ ج ۲۵ ص ۱۳۳، ۱۳۴ و ۱۴۳۔ فتاویٰ السبکی ج ۱ ص ۲۰۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



متصل نظر آئے۔ اس امر میں تمام علماء کا اتفاق ہے' لہٰذا اگر کبھی آفتاب کے غروب سے قبل چاند نظر آ جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر کبھی تیس رمضان کو غروبِ آفتاب سے قبل چاند نظر آ جائے تو غروب آفتاب سے پہلے افطار کرنا جائز نہ ہوگا اور نہ ہی ماہِ شوال کی ابتدا تسلیم کی جائے گی' کیونکہ شریعت میں اس رؤیت کا اعتبار ہے جو سورج ڈوبنے کے بعد ہو۔ (۱۳)

یہیں سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث [صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ] اپنے ظاہر پر نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس شام کو چاند دکھائی دے اس کے بعد والے دن کو روزہ رکھا جائے گا یا اس کے بعد والے دن کو افطار کیا جائے گا۔ (۱۴)

## شرعی دن و ماہ اور علمائے ہیئت کے دن و ماہ میں فرق:

واضح رہے کہ ایک شرعی مہینہ مکمل انتیس دن یا تیس دن کا ہوتا ہے اور ہر مہینے کا ایک دن چوبیس گھنٹے کا ہوتا ہے' برخلاف علمائے ہیئت کے کہ ان کے نزدیک جس وقت سے چاند اپنے ''محاق''(۱۵) یا نقطۂ اقتران سے دور ہونا شروع ہوتا ہے تو نیا مہینہ شروع ہو جاتا ہے' گویا ان کے یہاں ابتدائے شہر کے لیے چاند کی ولادت کا اعتبار ہے خواہ وہ لوگوں کو اُفق مغرب پر نظر آئے یا نظر نہ آئے' کیونکہ اس وقت چاند انتہائی باریک ہوتا ہے۔

علمائے فلک لکھتے ہیں کہ جب تک التقائے نیرین' یعنی چاند کا اپنے نقطۂ اقتران سے دور ہونا' شروع ہوئے کم از کم تیس گھنٹے نہ گزر جائیں اُفق مغرب پر ہلالِ نو کا دکھائی

(۱۳) دیکھئے فتح الباری ج ۴ ص ۱۲۱۔ تفصیل کے لیے علامہ ابن عابدین کا رسالہ تنبیہ الغافل والوسنان اور علامہ عبدالحی لکھنوی کا رسالہ الفلك الدوار في رؤية الهلال بالنهار۔

(۱۴) فتح الباری ج ۴ ص ۱۳۱' مرعاۃ المفاتیح ج ۶ ص ۴۲۴۔

(۱۵) محاق یا نقطہ اقتران علمائے ہیئت کی اصطلاح میں اس وقت کو کہتے ہیں جب چاند' سورج اور زمین کے درمیان ایک ہی خط مستقیم پر واقع ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دینا ممکن نہیں ہوتا(۱۶) کیونکہ یہ صورت چوبیس گھنٹے میں کسی بھی وقت پیش آسکتی ہے' بنابریں اہلِ فلک کے نزدیک ماہِ نو کی ابتدا شرعی ماہِ نو کی ابتدا سے بالکل مختلف ہے' کیونکہ فلکی مہینہ کی ابتدا کبھی بارہ بجے رات کو ہوتی ہے اور کبھی بارہ بجے دن کو' بلکہ رات

---

(۱۶) مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ لکھتے ہیں: موجودنظریہ کے مطابق یہ امر مسلمہ ہے کہ سورج' چاند اور زمین ایک قمری ماہ میں دو بار ایک سیدھ میں آجاتے ہیں اور یہ واقعات اُس وقت ہوتے ہیں جب چاند زمین کے گرد گردش کرتا ہوا زمین کے مدار کو قطع کرتے ہوئے گزرتا ہے۔ جب زمین سورج اور چاند کے درمیان واقع ہو تو یہ چودھویں رات کا موقع ہوتا ہے اور جب چاند سورج اور زمین کے درمیان واقع ہوتا ہے تو عموماً ۲۸ ویں رات (قمری ماہ) کا موقع ہوتا ہے' تاہم ۲۷ اور ۲۹ قمری تاریخ کو بھی ہوسکتا ہے۔ چاند گرہن جب کبھی لگتا ہے تو پہلی صورت یا چودھویں رات کو لگتا ہے اور سورج گرہن دوسری صورت میں لگتا ہے' لیکن یہ موقع کبھی کبھار پیش آتا ہے جس کی وجوہ دوسری ہیں۔

**نیا چاند**: دوسری صورت میں جب چاند اہلِ زمین سے مکمل طور پر غائب ہوجاتا ہے تو قمری حساب میں اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ پچھلا قمری مہینہ ختم ہوگیا۔ اس موقع کو اجتماع نیرین یا قران اور انگریزی میں CONJUNCTION کہتے ہیں۔ جب چاند مکمل طور پر غائب ہوجاتا ہے تو یہ محض ایک لمحہ کا وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد تقویم (کیلنڈر) کے حساب سے نیا چاند شروع ہوجاتا ہے۔ ایک قران سے دوسرے قران تک کا درمیانی وقفہ اوسطاً ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ہے۔ یہ وقفہ کسی ماہ پانچ چھ گھنٹہ تک بڑھ بھی سکتا ہے اور اسی طرح کسی ماہ اتنا ہی کم بھی ہوسکتا ہے' لہٰذا اس کا کوئی معین وقت نہیں۔ یہ صبح ۹ بجے بھی ہوسکتا ہے اور رات کے ۱۱ بجے بھی' مگر یہ ضروری نہیں کہ جس دن یہ قران واقع ہوا ہے اسی رات چاند نظر آجائے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک تو چاند انتہائی باریک ہوتا ہے' دوسرے مغربی افق پر شفق کی سرخی جو تقریباً پون گھنٹہ تک اثر انداز رہتی ہے' ایسے چاند کے نظر آنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

ایک دن یا پورے چوبیس گھنٹے کی عمر کا چاند کتنا پتلا ہوتا ہے' اس کا اندازہ یوں ہوسکتا ہے کہ آپ ایک خربوزہ لیں، اس پر قاشوں کی صرف آٹھ دس لکیریں ہوتی ہیں۔ اگر آپ اس خربوزہ کو اسی رخ پر ۳۰ برابر حصوں میں کاٹ دیں تو ایک قاش کی جتنی موٹائی درمیان سے ہوگی وہی ایک دن کے چاند کی موٹائی ہے لیکن لمبائی پورا نصف دائرہ نہیں بلکہ بہت کم ہوگی۔

(الشمس والقمر بحسبان مختصراً۔ بحوالہ مجلہ الدعوۃ جلد ۱۴ شمارہ ۱۲ ص ۴۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دن کے کسی بھی حصے سے اس کی ابتدا ہو سکتی ہے۔ اہلِ فلک کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے کہ چاند اُفق مغرب پر نظر آئے' اسی لیے علمائے ہیئت کا مہینہ شرعی مہینہ سے چوبیس گھنٹے بلکہ اس سے بھی قبل شروع ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی مہینے کی انتیس تاریخ کو عصر کے قریب چاند اپنے محاق میں داخل ہوا تو اہل فلک کے نزدیک نئے ماہ کی ابتدا ہو گئی' جبکہ شرعی ماہ کی ابتدا میں ابھی چوبیس گھنٹے سے زیادہ بلکہ بعض ممالک میں اڑتالیس گھنٹے سے زیادہ وقت باقی ہوگا۔ اس طرح اہل ہیئت کے مہینے اور شرعی مہینے کے درمیان کا فاصلہ ایک دن بلکہ اس سے بھی زیادہ کا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اہل ہیئت کے دنوں کی تعداد اور شرعی مہینے کے دنوں کی تعداد میں بھی واضح فرق ہوتا ہے' جیسا کہ ابھی گزرا کہ شرعی مہینہ یا تو انتیس دن کا ہوگا یا تیس دن کا' یعنی نہ تو انتیس دن سے کم ہو سکتا ہے اور نہ تیس دن سے زیادہ' جبکہ اہلِ ہیئت کے نزدیک ہر ماہ ۲۹ دن' بارہ گھنٹے' چوالیس منٹ اور کچھ سیکنڈ کا ہوتا ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھئے :ابحاث هيئة كبار العلماء' ج ۳' ص ۱۰ اور اس کے بعد۔ اہل ذوق کے لیے مولانا عبد الرحمٰن کیلانیؒ کی معرکۃ الآراء کتاب ''الشمس والقمر بحسبان'' بھی مفید ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فصل اوّل

# رؤیتِ ہلال

## رؤیت ہلال کی اہمیت:

شریعت کی نظر میں رؤیت ہلال کی بڑی اہمیت ہے' کیونکہ مسلمانوں کی عبادات ومعاملات کا دارومدار قمری مہینوں پر ہے اور قمری مہینوں کی صحیح معرفت بغیر رؤیت ہلال کا اہتمام کیے ممکن نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''الہلال'' میں رؤیت ہلال اور اس کی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المقصود ان التسعة والعشرين يجب عددها واعتبارها بكل حال في كل وقت (۱۷)

''مقصد یہ ہے کے انتیس تاریخ کو شمار کرنا اور اس کا حساب ہر وقت اور ہر حال میں واجب ہے۔''

خصوصاً محرم' شعبان ورمضان اور ذی الحجہ کے مہینوں کا چاند اور اس کا اہتمام کچھ زیادہ ہی اہمیت کا حامل ہے' کیونکہ ان مہینوں سے اسلام کے بعض ارکان منسلک ہیں۔ مشہور ہندوستانی عالم علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مسألة: يجب على الناس كفاية ان يلتمسوا هلال رمضان يوم التاسع والعشرين من شعبان لأنه قد يكون ناقصا نص عليه الشرنبلالي في مراقي الفلاح (۱۸)

(۱۷) مجموع فتاوی ج ۲۵ ص ۱۵۳' اہل ذوق طلبہ سے گزارش ہے کہ شیخ الاسلام کا رسالہ الہلال ضرور پڑھیں۔

(۱۸) القول المنشور في هلال خير الشهور ص ۱۴۸۔ نیز دیکھئے مراقی الفلاح ص ۱۲۶، شرح فتح القدیر ج ۲ ص ۳۱۳۔ صرف یہی نہیں بلکہ جمہور فقہاء نے اسے فرض کفایہ قرار دیا ہے' دیکھئے الفقه على المذاهب الأربعة ج ۱' ص ۵۵۱۔ بحوث فقهية معاصرة للدكتور الشريف ص ۲۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''لوگوں پر فرض کفایہ ہے کہ ۲۹ شعبان کو رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں کیونکہ کبھی کبھار مہینہ ناقص یعنی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے' علامہ شرنبلالی وغیرہ نے مراقی الفلاح میں اس کی تصریح کی ہے۔''

## رؤیت ہلال احادیث کی روشنی میں:

رؤیت ہلال کی اہمیت رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان سے بھی واضح ہے:

۱۔ ((اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ))(۱۹)

''شعبان کے چاند کو رمضان کے لیے اچھی طرح شمار کرو اور یاد رکھو''۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نقل فرماتی ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَالَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ، ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ، فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ))(۲۰)

''اللہ کے رسول ﷺ شعبان کے چاند یا دنوں کو یاد رکھنے میں جس قدر اہتمام سے کام لیتے تھے اس قدر کسی دوسرے ماہ کے دنوں کو یاد رکھنے کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔ پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے۔ لیکن اگر [انتیسویں شعبان کی شام کو] بدلی چھا جاتی تو تیس کی گنتی پوری کرتے' اس کے بعد روزہ رکھتے۔''

یعنی ماہِ شعبان کے دنوں کو شمار کرتے' انہیں یاد رکھنے میں اہتمام سے کام لیتے تاکہ رمضان کے روزے اپنی صحیح تاریخوں میں رکھے جا سکیں' ایسا نہ ہو کہ شعبان کے دنوں کے شمار میں بھول ہو جائے تو رمضان کے روزے خطرے میں پڑ جائیں' واللہ اعلم!(۲۱)

مذکورہ حدیثوں سے پتا چلتا ہے کہ:

(۱۹) سنن الترمذی: ٦٨٧ الصوم، مستدرك الحاكم ج ١ ص ٤٢٥، سنن الدار قطنی ج ٢ ص ١٦٣، بروایت ابوہریرہ۔ دیکھئے سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٥٦٥۔

(۲۰) سنن ابو داود: ٢٣٢٥ الصوم، صحيح ابن خزيمه: ١٩١٠ ج ٣ ص ٢٠٣، صحيح ابن حبان [الموارد: ٨٦٩] دیکھئے صحيح سنن أبی داود ج ٣ ص ٥٠۔

(۲۱) المرعاة ج ٦ ص ٤٥١۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱) رؤیت ہلال کے اہتمام کا حکم ہے' خاص طور پر شعبان و رمضان کا۔

۲) شعبان کے چاند اور دنوں کے اہتمام میں تکلف سے کام لینا اس بات کی دلیل ہے کہ دوسرے مہینوں کے چاند کا بھی عمومی اہتمام کرنا چاہیے۔

۳) ہر ماہ کے چاند اور اس کے اہتمام کا ثبوت درج ذیل حدیثوں سے بھی ہوتا ہے۔

(ا) اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایام بیض یعنی ہر ماہ کی ۱۳' ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کے روزوں کی ترغیب دیتے تھے' چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

((اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰی أَمُوْتَ :صَوْمِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةِ الضُّحٰی وَنَوْمٍ عَلٰی وِتْرٍ)) (۲۲)

''میرے خلیل (ﷺ) نے مجھے تین باتوں کی وصیت کی ہے جنہیں مرتے دم تک نہیں چھوڑ سکتا۔ ہر مہینہ تین روزے' چاشت کی نماز اور سونے سے قبل وتر کی نماز پڑھنا۔''

یہی وصیت آپ ﷺ نے حضرت ابو الدرداء (۲۳) اور حضرت ابو ذر (۲۴) رضی اللہ عنہما کو بھی فرمائی تھی۔

صرف یہی چند صحابہ نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو آپ ﷺ کا یہ ترغیبی حکم تھا۔

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَأْمُرُنَا بِصِیَامِ اَیَّامِ الْبِیْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ وَقَالَ هُنَّ كَهَیْئَةِ الدَّهْرِ)) (۲۵)

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ایام بیض کا روزہ رکھیں'

(۲۲) صحیح البخاری :۱۹۸۱ الصوم باب صیام البیض ثلاث عشرة أربع عشرة وخمس عشرة۔صحیح مسلم :۷۲۰ کتاب صلاة التطوع' باب ۱۰۔

(۲۳) صحیح مسلم :۷۲۲صلاة التطوع ،سنن أبی داود:۱۴۳۳' الصلاة۔ دیکھئے صحیح الترغیب والترهیب ج ۱ ص۵۹۸۔

(۲۴) مسند أحمد : ج ۵ ص۱۷۳ ۔ سنن النسائی : ۲۴۰۶ الصوم ۔ صحیح ابن خزیمه ۳ص۱۴۴۔

(۲۵) سنن ابی داود : ۲۴۴۹ الصوم، سنن النسائی : ۲۴۳۲ الصوم،سنن ابن ماجه : ۱۷۰۷ الصیام بروایت قدامة بن ملحان۔ دیکھئے صحیح الترغیب ج ۱ ص۶۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یعنی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو اور آپ فرماتے تھے کہ ان دنوں کا روزہ رکھنا گویا پورے سال کا روزہ رکھنا ہے۔''

اب ظاہر ہے کہ اگر ہر مہینے کے چاند اور اس کی رؤیت کا اہتمام نہ کیا گیا تو ان تاریخوں کی صحیح تعیین کس طرح ممکن ہے! اسی لیے اللہ کے وہ بندے جو اِس وصیت نبویؐ پر عمل پیرا رہتے ہیں وہ ہر ماہ رؤیتِ ہلال کا اہتمام بھی کرتے ہیں جیسا کہ راقم سطور نے بعض بزرگوں کو دیکھا ہے۔

ب) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب ماہِ نو کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ))(۲۶)

''اے اللہ تعالیٰ! اس چاند کو ہمارے اوپر امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ اے چاند! ہمارا اور تیرا ربّ اللہ ہے۔''

دُعا کے الفاظ اور عمومی طور پر حدیث کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ آپ ﷺ رؤیتِ ہلال کا اہتمام فرماتے تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رؤیت ہلال ایک ایسا اہم عمل ہے کہ اس کا اہتمام کرنا اور اس کے دیکھنے کے بعد دعا کا پڑھنا ایک شرعی عمل اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم!

ج) مسلمانوں کی زندگی کے بہت سے مسائل قمری مہینوں سے اس طرح منسلک ہیں کہ رؤیتِ ہلال کا اہتمام کیے بغیر اُن کی صحیح ادائیگی مشکل ہے، جیسے عدتِ طلاق، عدتِ وفات، نذر کے روزے، کفارے کے روزے جیسے واجبی امور، نیز عرفہ کا روزہ، عاشوراء کا روزہ، اس طرح کے اور نفلی روزے، عیدالاضحیٰ اور ایام تشریق کی صحیح تعیین، جن دنوں کا روزہ رکھنا حرام ہے ان کی معلومات۔ یہ تمام امور اور ان کے علاوہ مسلمانوں کے باہمی لین دین کے مسائل بغیر رؤیت ہلال کے اہتمام کے ممکن نہیں ہیں۔ اس لیے

(۲۶) مسند احمد ج۱ ص۱۶۲۔ سنن الترمذی: ۳۴۵۱ الدعوات۔ مستدرك الحاكم ج۴ ص۲۸۵۔ دیکھئے الصحیحة: ۱۸۱۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ضروری ہے کہ رؤیتِ ہلال کا اہتمام کیا جائے' لیکن بدقسمتی سے مسلمان دوسرے دینی امور کی طرح اس بارے میں بھی کوتاہی کا شکار ہیں۔ واللہ المستعان۔

## کیا رؤیتِ ہلال کے لیے جدید آلات استعمال کیے جا سکتے ہیں؟

عصر حاضر میں ہر چیز کے لیے کچھ آلے اور مشینیں ایجاد ہوگئی ہیں جن سے لوگوں کے کاموں میں آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ آلات اور مشینیں کسی چیز کی حقیقت کو نہیں بدلتیں بلکہ اس چیز کے حصول میں آسانی یا اس میں پیدا شدہ خلل کی اصلاح کر دیتی ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح بعض آلے ایسے ایجاد ہوئے ہیں جو بعض موجود اشیاء کو انسان کے سامنے واضح اور صاف کر کے پیش کر دیتے ہیں' جبکہ اس چیز کے وجود میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرتے۔ جیسے اگر کسی انسان کی نظر کمزور ہے تو اس کے لیے چشمہ ہے جو نظر کی کمی کو پورا کر دیتا ہے۔ انہی آلات میں خوردبین اور دوربین آلے بھی ہیں۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ جب انسان کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو اس کے حجم کو بڑا کر کے ظاہر کرتے ہیں یا اسے دیکھنے والے کی نظر کے قریب کر دیتے ہیں تاکہ انسان کو اس چیز کے مشاہدے میں آسانی ہو۔ یہ نہیں ہوتا کہ یہ آلے کسی غیر موجود چیز کا وجود ظاہر کر دیں یا اس کی حقیقت میں کوئی تبدیلی کر دیں۔

اس حقیقت کو سامنے رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رؤیتِ ہلال کے لیے دوربین وغیرہ کا استعمال کیا جا سکتا ہے' خاص کر اس زمانے میں جبکہ جہاں ایک طرف عمومی طور پر لوگ نظر کی کمزوری کا شکار ہیں تو دوسری طرف بڑے شہروں کے اردگرد فضا گرد آلود اور کارخانوں اور گاڑیوں کے دھوؤں سے پُر رہتی ہے۔ علامہ قصیم شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں رؤیت ہلال کے لیے دوربین وغیرہ کے استعمال کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''مہینے کے دخول کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کریں اور چاہیے کہ اس کام کے لیے وہ لوگ تیار کیے جائیں جن کے دین و ایمان اور قوتِ نظر پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اعتماد کیا جا سکے۔ پھر اگر یہ لوگ چاند دیکھ لیں تو اس رؤیت پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ یعنی اگر رمضان کا چاند ہے تو روزہ رکھنا واجب ہوگا اور اگر شوال کا چاند ہے تو افطار کرنا واجب ہوگا۔ البتہ جہاں تک دوربین کے استعمال کا تعلق ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن اس کا استعمال واجب بھی نہیں ہے، کیونکہ حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ محض رؤیت پر اعتماد ہونا چاہیے نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر، لیکن اگر کوئی قابلِ اعتماد آدمی دوربین کے ذریعہ چاند دیکھ لیتا ہے تو اس کی رؤیت کے مطابق عمل کیا جائے گا..... خلاصہ یہ کہ جب کبھی کسی بھی ذریعہ سے رؤیت ثابت ہوگی تو اس رؤیت کے مطابق عمل کیا جائے گا، جس کی دلیل اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمانِ عام ہے:

((اِذَا رَأَیْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَأَیْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا)) (۲۷)

''جب چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب اسے دیکھو تو افطار کرو''۔

مملکت سعودیہ عربیہ کی دائمی فتویٰ کمیٹی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ (۲۸)

## شرعی مہینوں کے اثبات کے لیے حساب اور علم فلک پر اعتماد:

یہ موضوع گزر چکا ہے کہ قمری اور شرعی مہینوں کی معرفت کا ذریعہ اسلام نے صرف رؤیتِ ہلال مقرر کیا ہے۔ دلیل کے طور پر بعض حدیثیں نقل کی جا چکی ہیں اور اسی مقام پر یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ علمائے اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ قمری مہینوں کی ابتدا و انتہا کے بارے میں صرف اور صرف رؤیتِ ہلال کا اعتبار ہوگا۔

سوال: اب یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ عصر حاضر میں جب کہ علم سائنس نے یہ تحدید کر دی ہے کہ اتنے بج کر اتنے منٹ پر چاند اُفق مغرب پر نظر آئے گا [جیسا کہ ان حضرات کا دعویٰ ہے] تو دیگر علمی حقائق کی طرح اسے بھی قبول کیوں نہ کیا جائے اور رؤیتِ ہلال کے بدلے اسی پر اعتماد کر کے اپنے روزے اور عید کا معاملہ کیوں نہ حل کیا جائے؟

جواب: صرف یہ ایک رائے ہی نہیں بلکہ عصر حاضر میں اس رائے پر کافی زور دیا

(۲۷) مجموع رسائل وفتاوی الشیخ ابن عثیمین، ج۱۹، ص ۳۶، ۳۷۔

(۲۸) فتاوی اللجنة الدائمة، ج ۱۰، ص ۹۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جارہا ہے اور وحدتِ رؤیت کا مسئلہ چھیڑتے ہوئے اس پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ اہل علم کے درمیان معروف شخصیات میں سے علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ (۲۹) نے اس پر کافی زور دیا ہے۔ عصر حاضر میں فقہی مسائل پر اچھی دسترس رکھنے والے شام کے حنفی عالم شیخ مصطفیٰ الزرقاء رحمہ اللہ (۳۰) کی بھی رائے یہی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے کو بھی قرآن وحدیث اور علمائے سلف وخلف کے اقوال کی روشنی میں تفصیل اور دلیل کے ساتھ دیکھ لیا جائے۔

## تاریخی پس منظر:

علمائے اُمت میں سے متقدمین کے درمیان یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ رہا ہے' البتہ متاخرین میں سے بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ شرعی اور تاریخی اعتبار سے اس کی بنیاد بھی تلاش کر لی ہے۔ پھر اسے حسن اتفاق کہئے یا سوءِ اتفاق کہ انہیں اپنے مطلب کے بعض دلائل مل بھی گئے۔ اس لیے ان کے دلائل پر تحقیقی نظر ڈالنے سے قبل ضروری ہے کہ اس مسئلے کی تاریخی حیثیت پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے' لہٰذا اس موضوع کو ہم دو بحثوں میں تقسیم کرتے ہیں:

بحثِ اوّل: مشہور اہل علم جن کی طرف اس مسئلے کی نسبت کی جاتی ہے۔

بحثِ دوم: ان کے دلائل کا جائزہ۔

**بحث اوّل:** اس مسئلے میں تالیف شدہ کتابوں پر نظر رکھنے کے بعد مشاہیر اہلِ علم میں درج ذیل شخصیتوں کے نام سامنے آتے ہیں:

۱) مشہور تابعی مطرف بن عبداللہ بن الشخیر۔

۲) الامام محمد بن ادریس الشافعی۔

۳) فقیہہ محمد بن مقاتل حنفی الرازی۔

---

(۲۹) علامہ مرحوم نے اس سلسلے میں ایک مستقل رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام ہے: اوائل الشھور العربیۃ' ھل یجوز شرعاً اثباتھا بالحساب الفلکی۔

(۳۰) دیکھئے موصوف کا طویل مقالہ مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی میں عدد ثانی جزء ثانی ص ۹۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۴) ابوالعباس احمد بن عمر بن سریج الشافعی۔
۵) عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری۔
۶) تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی۔
۷) علامہ احمد بن محمد شاکر۔ رحمہم اللہ جمیعاً۔

ان شخصیات کے علاوہ بعض اور بھی نام پیش کیے جاتے ہیں' لیکن چونکہ عمومی طور پر یا اپنے اپنے میدان میں مذکورہ شخصیات کا ایک اثر ہے اس لیے انہی ناموں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مذکورہ ناموں کی جو فہرست پیش کی گئی ہے اس میں حقیقت کہاں تک ہے' اس کا اندازہ درج ذیل سطور سے بآسانی ہوسکتا ہے:

**مطرف بن عبد الله بن الشخير رحمه الله**(۳۱): حضرت مطرف رحمہ اللہ کا نام حافظ ابن عبدالبر نے التمہید اور الاستذکار میں' حافظ العراقی نے طرح التثریب میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لیا ہے اور ان کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ اگر انتیس کی شام مطلع ابر آلود رہے تو علم حساب اور منازلِ قمر پر اعتماد کر کے روزہ رکھا جاسکتا ہے۔(۳۲)

یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ جن علماء نے بھی اس قول کی نسبت مطرف بن عبداللہ کی طرف کی ہے ان سب کا مرجع حافظ ابن عبدالبر ہیں' اور حافظ ابن عبدالبر کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے کے بعد یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ واقع میں بھی

---

(۳۱) مطرف بن عبداللہ الشخیر رحمہ اللہ۔ کبار تابعین میں ان کا شمار ہے' مشہور صحابی عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: (الامام القدوة الحجة) نیز صاحب ورع، مستجاب الدعواۃ اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ۹۵ھ میں انتقال ہوا' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: ثقة عابد فاضل۔ کتب ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ٤ ص ۱۸۷ وبعدها، تقریب التهذیب ص ۹٤۸۔

(۳۲) التمهید ج ۱٤ ص ۳۵۲' الاستذکار' ج ۱۰' ص ۱۸، فتح الباری ج ٤ ص ۱۲۲، طرح التثریب ج ٤ ص ۱۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مطرف بن عبداللہ کی طرف یہ نسبت صحیح ہو۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اس سلسلے میں بحث کرتے ہوئے الاستذکار میں لکھتے ہیں:

قیل انه مطرف بن عبد الله بن الشخیر والله أعلم (۳۳)

''کہا جاتا ہے کہ وہ مطرف بن عبداللہ بن الشخیر ہیں واللہ اعلم''۔

اور التمہید میں اس موضوع پر ایک لمبی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو مذهب ترکه العلماء قدیماً وحدیثاً للأحادیث الثابتة عن النبی ﷺ: ((صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ فَإِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَتِمُّوا ثَلَاثِیْنَ)) ولم یتعلق احد من فقهاء المسلمین باعتبار المنازل فی ذلك انما هو شیء روی عن مطرف بن عبد الله بن الشخیر ولیس بصحیح عنه والله اعلم ولو صح ما وجب اتباعه لشذوذه ولمخالفة الحجة له۔ (۳۴)

''یہ ایسا مذہب ہے [یعنی مطلع کے ابر آلود ہونے کی صورت میں منازل قمر کے حساب پر اعتماد] کہ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت شدہ احادیث کی وجہ سے اگلے پچھلے تمام علماء نے اس کو ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو' پھر اگر تمہارے اوپر بادل چھا جائیں تو تیس کی گنتی پوری کرو''۔ مسلمان فقہاء میں سے کسی نے بھی رؤیتِ ہلال کے بارے میں منازلِ قمر کو بنیاد نہیں بنایا۔ اس چیز کی نسبت مطرف بن الشخیر کی طرف کی جاتی ہے۔ ویسے تو اللہ بہتر جانتا ہے لیکن اس قول کی نسبت مطرف کی طرف صحیح نہیں ہے اور اگر نسبت صحیح ثابت بھی ہو جائے تب بھی دلیل کی مخالفت اور قولِ شاذ ہونے کی وجہ سے اس پر عمل واجب نہیں ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی حافظ ابن عبدالبر کا یہ قول نقل کیا ہے۔ (۳۵)

حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کی مذکور عبارتوں سے پتا چلتا ہے کہ قمری مہینوں کی ابتدا و انتہا کی بنیاد حساب و منازلِ قمر پر رکھنے کا مسئلہ حضرت مطرف رحمہ

(۳۳) الاستذکار' ج ۱۰' ص ۱۸۔

(۳۴) التمہید' ج ۱۴' ص ۳۵۲۔

(۳۵) فتح الباری' ج ۴' ص ۱۵۷ طبعہ دار السلام۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ کی طرف منسوب کرنا دو اعتبار سے صحیح نہیں ہے:

اوّلاً: اس قول کی نسبت حضرت مطرف کی طرف صحیح نہیں ہے۔ یہیں سے ان مؤلفین کی غلطی یا کوتاہی کا اندازہ ہوتا ہے جو اِس قول کی نسبت حضرت مطرف کی طرف بصیغۂ جزم کرتے ہیں۔

ثانیاً: اگر اس قول کی نسبت حضرت مطرف کی طرف صحیح مان بھی لی جائے تو منازلِ قمر پر اعتماد صرف ایک صورت میں ہوسکتا ہے' وہ اُس وقت جب مطلع ابر آلود ہو اور ماہرینِ علمِ فلک یہ تاکید کریں کہ اگر ابر نہ ہوتا تو رؤیت کا معاملہ یقینی تھا۔

امام محمد ادریس الشافعی رحمہ اللہ: اس سلسلے کی دوسری اہم شخصیت امام شافعی کی ہے' چنانچہ ان کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ جو شخص منازلِ قمر اور ستاروں کے ذریعہ چاند کے طلوع وغروب کا علم جانتا ہے اور وہ اپنے علم کے ذریعہ یہ جان لے کہ آج چاند ضرور نکلے گا لیکن چاند کے ظاہر ہونے کے وقت مطلع پر بادل چھا گیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ کی نیت کرلے۔ یہ روزہ اس کے لیے کافی ہوگا' یعنی اس کا فرض ادا ہوجائے گا۔(۳۶)

یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں:

اوّلاً: یہ قول نہ تو امام شافعی رحمہ اللہ کی کسی کتاب(۳۷) میں موجود ہے' نہ ہی کسی معتبر شاگرد نے آپ سے نقل کیا ہے اور نہ امام رحمہ اللہ کے منہج سے مطابقت رکھتا ہے' خاص طور پر اگر کسی شخص نے امام موصوف کی کتاب ''الرسالۃ'' کا مطالعہ کیا ہے تو وہ یہ بات یقینی طور پر کہہ دے گا کہ یہ امام موصوف کا قول نہیں ہے۔ مزید برآں متعدد کبار ائمہ نے امام شافعی کی طرف اس نسبت کو غلط قرار دیا ہے' جیسے امام ابن عبدالبر' امام ابن تیمیہ' حافظ زین الدین عراقی اور علامہ ابوبکر ابن العربی **رحمھم اللہ جمیعًا**۔(۳۸)

(۳۶) التمھید' ج۱٤' ص ۳۵۲' ۳۵۳۔

(۳۷) مثلاً الأم' احکام القرآن' المسند' تاویل مختلف الحدیث وغیرہ۔

(۳۸) التمھید ج۱٤' ص ۳۵۳۔ مجموع الفتاوی ج۲۵' ص ۱۸۲۔ طرح التثریب ج٤' ص ۱۱۲۔ عارضۃ الاحوذی ج۳ ص ۳۰۷ وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ثانیاً : وہی بات جو حضرت مطرف رحمہ اللہ کے بارے میں کہی گئی کہ یہ اجازت صرف اسی شخص کے لیے ہے جو اس فن کا ماہر ہو اور صرف اسی صورت میں جبکہ مطلع ابر آلود ہو اور بدلی وغیرہ کی وجہ سے چاند کا نظر آنا ممکن نہ ہو۔

**الفقیہ محمد بن مقاتل الرازی** (۳۹): کتب فقہ میں آتا ہے کہ محمد بن مقاتل رازی کا مذہب تھا کہ اگر متعدد ماہرین فلک اس بات کی تائید کر دیتے کہ آج رؤیت ہلال یقینی ہے تو ان کے اوپر اعتماد کر لیتے تھے' لیکن اوّلاً تو ان کے حالاتِ زندگی سے پتا چلتا ہے کہ حدیث وفقہ میں وہ اس مقام پر فائز نہیں کہ ان کی مخالفت سے اجماعِ اُمت پر اثر پڑے' ثانیاً خود متعدد علمائے احناف نے ان کی رائے کی تردید کی ہے' جیسے امام سرخسی وغیرہ۔ (۴۰)

**ابو العباس احمد بن سریج الشافعی** (۴۱): جن علماء کی طرف اس قول کی نسبت صحیح مانی جا سکتی ہے ان میں سب سے اہم اور قدیم شخصیت امام ابن سریج رحمہ اللہ کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے ان کا نام بڑے زوردار انداز میں لیا ہے۔ (۴۲) لیکن چند امور قابل ملاحظہ ہیں:

(۳۹) امام محمد بن الحسن الشیبانی کے شاگرد ہیں' امام وکیع وغیرہ سے حدیث روایت کرتے ہیں' علمائے حدیث نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے' فقہ میں ان کا ایک مقام تھا' دیکھئے الجواھر المضیئة ج ۳ ص ۳۷۲' میزان الاعتدال ج ٤ ص ٤۷، تقریب التهذیب ص ۸۹۸' کشف الاستار عن رجال معانی الآثار ص ۹٦۔

(٤۰) دیکھئے المبسوط للسرخسی ج ۳ ص ۷۸' الأشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۲۰۰' تنبیه الغافل والوسنان عن احکام هلال رمضان ص ۹٦۔

(٤۱) شیخ الاسلام ابو العباس احمد بن عمر بن سریج شافعی اپنے وقت کے امام ہیں۔ امام شافعی کے شاگرد المزنی سے علم حاصل کیا اور اس مقام پر پہنچے کہ انہیں تیسری صدی کا مجدد کہا جانے لگا' ۳۰٦ھ میں انتقال ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ تقریباً چار سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ الوافی بالوفیات ج۷ ص ۲٦۰' سیر اعلام النبلاء ج ١٤ ص ۲۱۰ اور اس کے بعد' الاعلام للزرکلی ج ۱' ص ۱۸۵۔

(٤۲) دیکھئے رسالہ اوائل الشہور ص ١۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱) ابن سریج رحمہ اللہ کی کوئی تالیف اس وقت ہمارے سامنے موجود نہیں ہے' فقہ کی کتابوں میں ان کا ایک مجمل قول نقل کیا جاتا ہے' پھر اس کی تفسیر اور اس سے مسائل اخذ کرنے میں فقہائے شافعیہ میں شدید اختلاف ہے۔ امام نووی' حافظ ابن حجر اور حافظ زین الدین عراقی رحمہم اللہ نے ائمہ شافعیہ کے کل پانچ قول نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

ا) مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں رمضان کا چاند نظر نہ آئے تو حساب اور منازلِ قمر کا علم رکھنے والے کے لیے اپنے علم پر اعتماد کر کے روزہ رکھنا جائز ہے' لیکن یہ روزہ فرض کے قائم مقام نہ ہوگا۔

ب) روزہ رکھنا جائز ہوگا اور اس سے فرض بھی ساقط ہو جائے گا۔

ج) حساب کا صحیح علم رکھنے والوں کے لیے تو ایسے دن کا روزہ رکھنا جائز ہوگا' اور غیر کے لیے صحیح نہیں ہوگا۔

د) علم ہیئت اور علم نجوم کے ماہر کے لیے روزہ رکھنا جائز ہوگا اور غیر کے لیے نہیں۔

ہ) علم ہیئت اور علم نجوم کے ماہرین کے لیے بھی اور غیروں کے لیے بھی روزہ رکھنا جائز ہوگا۔ (۴۳)

۲) امام ابن سریج رحمہ اللہ کا علم وتقویٰ اپنی جگہ مسلّم اور ان کی فقہی دسترس ناقابل انکار حقیقت ہے' لیکن یہ چیز بھی قابلِ لحاظ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے ان کی ملاقات نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ابن سریج رحمہ اللہ تک کیسے پہنچا' کیونکہ ابن سریج نے اپنے قول کی بنیاد امام شافعی ہی کے قول پر رکھی ہے۔

۳) ابن سریج کی طرف منسوب قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم فلک کی بنیاد پر روزہ رکھنا جائز ہوگا مگر چند شروط کے ساتھ:

اوّلاً: علم فلک کی بنیاد پر یقینی طور پر ثابت ہو جائے کہ ہلال ظاہر ہو چکا ہے۔

---

(۴۳) المجموع ج٦ ص ۲۳۵' فتح الباری ج٤ ص۱۲۳' طرح التثریب ج ٤ ص ۱۱۲' ۱۱۳۔ العلم المنثور للسبکی' ص ۳۰'۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ثانیاً: مطلع کے ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند کا نظر آنا ممکن نہ ہو۔

ثالثاً: صرف علم فلک کا علم رکھنے والوں کے لیے اس پر عمل کرنا جائز ہوگا غیروں کے لیے نہیں۔

۴) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابن سریج رحمہ اللہ نے یہ بات اپنے امام کی تقلید میں کہی ہے اور یہ عمومی طور پر دیکھا گیا ہے عقیدت وتقلید میں پڑ کر ایک شخص کسی بات کی تائید اور اپنی قابلِ احترام شخصیت کی طرف سے دفاع پر مجبور ہو جاتا ہے' حالانکہ اس کا مقصد باطل کا دفاع کرنا نہیں ہوتا۔ اس لیے بہت ممکن ہے کہ امام ابو العباس رحمہ اللہ تک امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ قول کسی ذریعے سے پہنچا ہو اور وہ اپنے امام کی تقلید اور عقیدت میں یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہوں۔

اس لیے جب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ امام شافعی کا یہ مسلک نہیں ہے' تو استدلال کی ساری بنیاد ہی خود بخود ختم ہوگئی۔(٤٤) واللہ اعلم!

عبد الله بن مسلم بن قتيبه رحمه الله(٤٥): مطلع کے ابر آلود ہونے کی صورت میں علم حساب اور منازلِ قمر پر اعتماد کر لینے کے بارے میں علامہ ابن قتیبہ کا نام بھی حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے' لیکن اوّلاً تو ابن قتیبہ کی طرف اس قول کی نسبت کے بارے میں کاتبِ سطور کو تردّد ہے۔(٤٦) ثانیاً حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ

(٤٤) دیکھئے فقه النوازل ج ٢ ص ٢٠٤۔

(٤٥) عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ رحمہ اللہ' ابن قتیبہ الدینوری کے نام سے مشہور ہیں۔ سخت قسم کے سلفی مزاج تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ انہیں خطیب اہل السنۃ کا لقب دیتے تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ کے مذہب پر تھے' رجب ٢٧٦ھ میں انتقال ہوا۔ امام ذہبی انہیں العلامہ الکبیر ذو الفنون سے ملقب کرتے ہیں۔ سیر اعلام النبلاء ج ١٣ ص ٢٩٦، وفیات الأعیان ج ٣ ص ٤٢، ٤٣۔

(٤٦) تردّد اس لیے ہے کہ علامہ موصوف کی متعدد کتابوں کی طرف رجوع کے بعد بھی مجھے ان کا یہ قول نہ مل سکا اور نہ ہی حافظ ابن عبد البر کے علاوہ کسی اور نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ابتدا میں مجھے قوی امید تھی کہ علامہ موصوف کی کتاب غریب الحدیث میں یہ قول مل جائے گا لیکن ایک سرسری تلاش کے باوجود یہ حدیث ''کتاب الصیام'' اور احادیث ابن عمر میں نہ مل سکی' واللہ اعلم!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علامہ ابن قتیبہ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ ابن قتیبہ کا موضوع نہیں ہے اور ایسے مسائل میں ان پر اعتماد کیا جائے یہ بھی صحیح نہیں ہے(۴۷)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ابن عبدالبر کا یہ قول نقل کیا ہے اور ان کی موافقت کی ہے۔(۴۸)

امام تقی الدین السبکی الشافعی رحمه الله : اس بارے میں امام سبکی رحمہ اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور ان کا بھی موقف تقریباً وہی ہے جو ابن سریج رحمہ اللہ کا نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب العلم المنثور میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فأنا اختار في ذلك قول ابن سريج ومن وافقه في الجواز خاصة لافي الوجوب وشرط اختياري للجواز حيث ينكشف من علم الحساب انكشافا جليا امكانه ولا يحصل ذلك الا لما هر في الصنعة۔(۴۹)

''اس بارے میں ابن سریج اور ان کے ہم رائے لوگوں کا قول پسند کرتا ہوں اور وہ صرف جواز کی حد تک' وجوب کی حد تک نہیں اور جواز کے اختیار کے لیے شرط یہ ہے کہ علم حساب کی بنیاد پر یہ امر منکشف ہو کر سامنے آجائے کہ ہلال تو ضرور ظاہر ہوگا اور یہ سوائے علم فلک میں ماہر شخص کے کسی اور کو حاصل ہونے والا نہیں ہے''۔

علامه احمد شاكر رحمه الله(۵۰) : میرے نزدیک متأخرین میں یہ سب

(۴۷) التمهيد ج ۱۴ ص ۳۵۲۔ (۴۸) فتح الباری ج ۴ ص ۱۳۳۔

(۴۹) العلم المنثور ص ۲۲۔ متاخرین میں ایک مصری حنفی عالم شیخ محمد بن بخیت المطیعی کی بھی رائے یہی ہے۔ دیکھئے ان کا رسالہ ارشاد اهل الملة ص ۲۵۷، ۲۵۸۔ نیز شیخ محمد بخیت المطیعی کے شاگرد احمد الغماری المغربی نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے اور اس بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے توجیه الانظار' دیکھئے صفحہ ۵۲، ۵۳۔

(۵۰) علامہ رحمہ اللہ ۱۳۰۹ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد علامہ محمد شاکر کے سایۂ عاطفت میں رہ کر دینی و دنیوی تربیت حاصل کی اور اس مقام کو پہنچے کہ لوگ ان کے والد کو بھول گئے۔ علامہ مرحوم حدیث و تفسیر' فقہ و لغت بلکہ ہر فن میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ عصر حاضر کے مسائل پر ان کی اچھی نظر تھی' جیسا کہ ان کی تالیفات اور تحقیقات سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو عجیب جرأت سے نوازا تھا' اپنے عصر میں اندھی تقلید اور مذہبی جمود پر بڑی کاری ضرب لگائی' تیس سال سے زیادہ قاضی کے منصب پر فائز رہے، ۱۳۷۷ھ میں وفات ہوئی۔ دیکھئے مقدمه كلمة الحق لأخيه محمود شاكر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے اہم شخصیت ہیں' کیونکہ علامہ مرحوم حدیث وفقہ بلکہ تمام علومِ شرعیہ اور لغویہ میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ علامہ مرحوم نے ۱۳۵۷ھ موافق ۱۹۳۹ء میں ایک رسالہ تالیف فرمایا جس میں تین باتوں پر زور دیا:

۱) قمری مہینوں کی ابتدا وانتہا سے متعلق اب رؤیت ہلال پر اعتماد جائز نہیں ہے۔

۲) سارے عالم کو مرکز اسلامی مکہ مکرمہ کی رؤیت کے تابع ہونا چاہیے۔

۳) سارے عالم کو ایک ہی دن روزہ' عید اور عرفہ کا دن اپنانا چاہیے۔

علامہ مرحوم کی پہلی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اس اُمت سے اُمیت کی صفت ختم ہوگئی تو اب واجب ہے کہ صرف حساب کی طرف رجوع کیا جائے' رؤیت ہلال کے مسئلے کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور مہینے کی پہلی تاریخ وہی ہونی چاہیے جس تاریخ کو چاند سورج کے بعد غائب ہو خواہ ایک لحظہ کے بعد ہی کیوں نہ ہوا ہو۔(۵۱)

گزشتہ صفحات میں ہم نے مسئلہ رؤیتِ ہلال یا قمری مہینہ کی ابتدا وانتہا کو حساب یا منازلِ قمر سے متعین کرنے کا تاریخی پس منظر بیان کر دیا ہے' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن جلیل القدر علماء کی طرف اس رائے کو منسوب کیا جاتا ہے ان کی طرف یہ نسبت قابل اطمینان نہیں اور جن شروط کے ساتھ ان علماء نے اجازت دی ہے اس سے بھی عمومی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ذاتی عمل کی اجازت ہے۔ البتہ اس دور میں ایسے لوگ پیدا ہوگئے ہیں جو کہتے ہیں کہ جب حساب دان اور منازلِ قمر کو جاننے والے لوگ پیدا ہوگئے ہیں تو علم فلکیات کے ذریعے قمری مہینوں کو متعین کر لینا چاہیے۔ اس لیے شاید میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ عصر حاضر کی بدعت ہے اور بدقسمتی سے علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ کا بھی قلم یہاں ٹھوکر کھا گیا ہے۔(۵۲)

---

(۵۱) اوائل الشہور' ص ۱٤۔

(۵۲) اللہ تعالیٰ کی لاکھ لاکھ رحمت ہو علامہ مرحوم پر' معلوم نہیں علامہ نے کس دھن میں رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ ان جیسے سلفی اور اثری عالم سے ایسی تاویلات کا صادر ہونا عجائب عالم میں سے ہے۔ سچ ہے کہ راقم سطور نے جب یہ رسالہ پڑھا تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اگر میں علامہ مرحوم کی تحریر اور ان کے اسلوب سے واقف نہ ہوتا تو کہہ دیتا کہ یہ علامہ مرحوم کی تالیف نہیں ◄◄

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد أجمع المسلمون عليه ولا يعرف فيه خلاف قديم اصلاً ولا خلاف حديث الا أن بعض المتأخرين من المتفقهة الحادثين بعد المائة الثالثة زعم أنه اذا غم الهلال صار للحاسب ان يعمل فی حق

---

» ہے، لیکن سچ ہے ''لكل جواد كبوة ولكل عالم هفوة''۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس تعجب واستغراب میں راقم سطور اکیلا نہیں ہے بلکہ ہم سے قبل بعض دوسرے علماء کو بھی اس پر تعجب ہوا ہے، چنانچہ شیخ اسماعیل انصاری نے علامہ احمد شاکر کی تردید میں ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام رکھا [لو غيرك قالها يا استاذ] ''اے استاذ کاش کہ یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی!''

مشہور محقق علامہ بکر بن ابو زید حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ شیخ اسماعیل انصاری رحمہ اللہ کے پاس مجھے احمد شاکر رحمہ اللہ کا ایک خط ملا جس میں انہوں نے اپنے لکھے پر معذرت کا اظہار کیا ہے اور صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ میں اس رائے پر مطمئن نہیں ہوں بلکہ میرا مقصد صرف مسئلے کو ابھارنا تھا۔ (فقہ النوازل ج ۲ ص ۲۰۴)

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ کے اس خط سے پتا چلتا ہے کہ علامہ مرحوم کو اپنی رائے پر اطمینان نہیں تھا اور اب وہ اس سے رجوع کر رہے ہیں۔

یہاں ایک اور بات قابل غور ہے کہ مرحوم کا یہ کتابچہ ۱۳۵۷ھ موافق ۱۹۳۹ء کا تحریر کردہ ہے، یعنی ان کی وفات سے تقریباً بیس سال پہلے' پھر اس کے بعد علامہ مستقل تالیف وتصنیف میں مشغول رہے' اس موضوع کو چھیڑنے کے متعدد مواقع ہاتھ آئے لیکن بالکل خاموش رہے' خصوصاً مسند احمد کی شرح جس کی پہلی جلد کا مقدمہ ۱۳۶۵ھ میں لکھا گیا اور مسند میں متعدد حدیثیں ایسی گزریں جو موضوع سے مناسبت رکھتی تھیں لیکن مرحوم نے کسی پر بھی کوئی حاشیہ نہیں لگایا' حتیٰ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث بھی گزری جس سے علماء نے [لكل اهل بلد رؤيتهم] پر استدلال کیا ہے' اس حدیث پر حضرت علامہ مرحوم سند کے اعتبار سے بحث کرتے ہوئے گزر گئے اور ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے ج ۴ ص ۲۸۲، جب کہ یہ بڑا اہم موقع تھا اپنی رائے کے اظہار کا' جیسا کہ ایسے موقعوں پر ان کی عادت رہی ہے۔ مزید برآں یہ دیکھئے کہ وہ تفصیلی فہرست جو ہر جلد کے آخر میں رکھی ہے اور جس کے لیے مسند کا اصل کام شروع کیا تھا وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر عنوان لگاتے ہیں: رؤية الهلال ولكل اهل بلد رؤيتهم (ج ۴ ص ۳۸۱)۔

یہ تمام باتیں اس حقیقت کو تقویت دیتی ہیں کہ علامہ مرحوم نے اپنے قول سے رجوع کیا ہے' والحمد للہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نفسه بالحساب فإن كان الحساب دل على الرؤية صام وإلا فلا هذا القول وان كان مقيداً بالاغمام ومختصاً بالحاسب فهو شاذ مسبوق بالإجماع على خلافه فاما اتباع ذلك فى الصحو او تعليق عموم الحكم العام به فما قاله مسلم۔(۵۳)

یعنی اس بات پر (قمری ماہ کی ابتداء وانتہا میں صرف رؤیتِ ہلال کا اعتبار ہوگا) مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے' نہ ہی اس بارے میں کوئی قدیم اختلاف مروی ہے اور نہ ہی جدید۔ ہاں تیسری صدی ہجری کے بعد کچھ فقہاء پیدا ہوئے جن کا یہ خیال تھا کہ اگر (انتیس کی شام) مطلع ابرآلود ہو(۵۴) تو علم ہیئت کا حساب جاننے والوں کے لیے جائز ہے کہ اپنے طور پر حساب کے مطابق عمل کرلیں۔ چنانچہ اگر حساب یہ کہتا ہے (کہ اگر مطلع صاف ہوتا تو رؤیتِ ہلال یقینی تھا) تو روزہ رکھے ورنہ نہیں۔ یہ قول اگرچہ مطلع کے ابرآلود ہونے کے ساتھ مشروط اور اہل ہیئت کے ساتھ خاص ہے پھر بھی شاذ اور اجماعِ اُمت کے بعد پیدا ہوا ہے' البتہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں اسے ماننا اور اسے ایک عام حکم قرار دینا ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس کا قائل کوئی مسلمان نہیں رہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن سریج کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ابن الصباغ (عبدالسید بن محمد) کہتے ہیں کہ علم حساب وفلک کی بنیاد پر روزہ رکھنا قطعاً واجب نہ ہوگا' ہمارے مذہب کے اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ابن المنذر نے اپنی کتاب الإشراف میں اس بات پر اُمت کا اجماع نقل کیا ہے کہ مطلع کے ابرآلود ہونے کی وجہ سے اگر چاند نہ نظر آئے تو تیسویں دن کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہے' بلکہ بہت سے صحابہ

---

(۵۳) مجموع الفتاویٰ' ج۲۵' ص ۱۳۲' ۱۳۳۔

(۵۴) لیکن یہاں ایک سوال ہے کہ اہل ہیئت کا قول مطلع کے ابرآلود ہونے کی صورت میں تو قابل حجت ہو اور مطلع کے صاف ہونے کی صورت میں قابل حجت نہ ہو' اس تفریق پر قرآن وحدیث سے کیا دلیل ہے؟ پھر اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان: ((فإن غم عليكم فاكملوا عدة شعبان ثلاثين)) کا کیا معنی ہے، جبکہ یہ حدیث صرف کتب ستہ میں تقریباً نصف درجن صحابہ سے مروی ہے۔ دیکھئے: جامع الاصول' ج۶' ص۲۶۰ اور اس کے بعد۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرام رضی اللہ عنہم نے اسے مکروہ کہا ہے۔ واضح رہے کہ ابن المنذر نے علم فلکیات کا حساب جاننے والوں اور نہ جاننے والوں کے درمیان کوئی فرق ذکر نہیں کیا ہے' اس لیے جو شخص اس میں فرق ظاہر کرتا ہے اس کے خلاف اجماع حجت ہے''۔(۵۵)

ان دونوں اماموں کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ قمری مہینوں کے ثبوت کے لیے رؤیتِ ہلال شرط ہے' ورنہ تیس دنوں کی گنتی پوری کرنا ضروری ہے۔ یہی علمائے سلف وخلف کا مسلک رہا ہے۔ اگر بعد میں کچھ لوگوں نے اس اجماع سے اختلاف کیا ہے تو بڑے ہی محدود دائرے میں جس سے اجماعِ اُمت متاثر ضرور ہوتا ہے لیکن اس کی حجیت باقی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب کے مقتدر علماء کی کمیٹی نے بھی امام ابن تیمیہؒ کی اس رائے کی تائید کی ہے۔(۵۶) مشہور محقق شیخ بکر بن ابوزید حفظہ اللہ نے اس موضوع پر ایک طویل مقالہ تحریر کیا ہے جس کا پڑھنا ہر طالب علم کے لیے از حد مفید ہے۔(۵۷)

## دوسری بحث:

## دلائل کا جائزہ:

رؤیتِ ہلال کے بجائے حساب ومنازلِ قمر پر اعتماد کرنے والے حضرات کا استدلال چند نقلی دلائل اور چند عقلی دلائل سے ہے۔ ذیل میں ان کے بعض اہم نقلی دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے' البتہ عقلی دلائل کے ذکر کا یہ موقع نہیں ہے' کیونکہ عقلی دلائل کا محاسبہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ مقالہ طول پکڑ جائے گا۔ تفصیل کے خواہاں حضرات اس موضوع کو مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی عدد دوم جلد دوم میں اور ابحاث ھیئۃ کبار العلماء کی جلد سوم میں دیکھ سکتے ہیں۔

---

(۵۵) فتح الباری ج٤ ص١٥٧، ١٥٨ طبع دار السلام ۔ تفصیل دیکھئے: ابحاث ھیئۃ کبار العلماء ج ٣ ص ٣٠۔

(۵٦) دیکھئے سابقہ حوالہ۔

(۵۷) فقہ النوازل: ج ۲ ص ۱۸۹ اور اس کے بعد۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پہلی دلیل: اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا لَہٗ)) (۵۸)

''جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو افطار کرو اور اگر تم پر بادل چھا جائے تو اس کا اندازہ کرو۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں ارشادِ نبویؐ ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو ((فَاقْدُرُوْا لَہٗ)) اور دوسری حدیثوں میں وارد ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو ((فَاَکْمِلُوا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ))۔ عام طور پر علماء نے دوسری روایت کو پہلی روایت کی تفسیر مانا ہے لیکن اس رائے کے قائل حضرات کا کہنا ہے کہ دونوں لفظوں میں دو قسم کے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ جہاں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ((فَاقْدُرُوْا لَہٗ)) تو یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو منازلِ قمر اور علمِ ہیئت سے واقف ہیں یعنی ان سے کہا جا رہا ہے کہ جب مطلع ابر آلود ہو تو قَدِّرُوْہُ بِمَنَازِلِ الْقَمَرِ ''منازلِ قمر کا حساب لگاؤ''۔ اگر منازلِ قمر کے حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آج چاند ظاہر ہونا چاہیے تو دوسرے دن روزہ رکھو یا افطار کرو۔ اور اگر منازلِ قمر کے حساب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ تیس دن کا ہے تو روزہ نہ رکھو اور نہ افطار کرو۔ اور جہاں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ((فَاَکْمِلُوا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ)) تو یہ خطاب عام لوگوں کے لیے ہے جو منازلِ قمر اور علم ہیئت وغیرہ سے واقف نہیں ہیں کہ اگر انتیس کی شام کو مطلع ابر آلود ہو تو چونکہ تم لوگ منازلِ قمر اور اس کے ذریعے حساب نہیں لگا سکتے اس لیے تیس کی تعداد پوری کرو۔

ان حضرات کا مزید کہنا ہے کہ چونکہ اب اُمت میں پڑھے لکھے لوگ پیدا ہو گئے ہیں اور چاند کی خبر دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک بڑی آسانی سے پہنچائی جا سکتی ہے لہٰذا رؤیت پر اعتماد صرف اسی چھوٹی جماعت کے لیے ہوگا جن تک ابتدائے ماہ کی خبر پہنچائی نہ جا سکتی ہو، البتہ جن لوگوں تک یہ خبر آسانی سے پہنچ سکتی ہو انہیں اہلِ

(۵۸) صحیح البخاری: ۱۹۰۰، ۱۹۰۶، الصوم۔ صحیح مسلم: ۱۰۸۰، الصوم بروایت عبد اللہ بن عمر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فلک کی باتوں پر اعتماد کرنا چاہیے۔(۵۹)

اس استدلال پر چند اعتراضات ہیں:

۱) حدیث مبارک کا یہ ایسا معنی ہے جو قرونِ اولیٰ میں کسی امام' فقیہہ اور عالم(۶۰) سے ثابت نہیں' بلکہ اس کے خلاف علمائے اُمت اور فقہاءِ ملت کا اجماع رہا ہے' جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

۲) حدیث وعلم حدیث سے تعلق رکھنے والا ہر طالب علم جانتا ہے کہ کسی حدیث کا معنی متعین کرنے کے لیے سب سے پہلے اس حدیث کے مختلف طرق پر نظر رکھی جاتی ہے' کیونکہ بسا اوقات حدیث ایک سند سے مختصر مروی ہوتی ہے جبکہ کسی دوسری سند سے یا کسی دوسری کتاب میں وہ حدیث مفصل ذکر ہوتی ہے۔ اسی طرح اس معنی کی دوسرے صحابہؓ سے مروی حدیثوں پر بھی نظر رکھی جاتی ہے' تب جا کر کسی حدیث کا صحیح مفہوم متعین ہوتا ہے۔ اسی اصول کے تحت محدثین اور شارحین حدیث نے زیر بحث حدیث کا معنی متعین کیا ہے۔ چنانچہ علمائے حدیث نے سب سے پہلے مذکورہ حدیث کے دوسرے طرق پر نظر ڈالی' پھر اس معنی میں مروی دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی روایات پر غور کر کے اس نتیجے پر پہنچے کہ اس حدیث میں ((فَاقْدُرُوْا)) کا معنی ماہ شعبان کے ایام کا شمار کرنا' اندازہ لگانا اور گنتی کے بعد اس کے تیس دن پورا کرنا ہے۔(۶۱)

---

(۵۹) دیکھئے اوائل الشھور لاحمد شاکر ص ۱۵'۱۶۔

(۶۰) بعض متقدمین جن کا نام اس سلسلے میں لیا جا سکتا ہے اس کی تحقیق گزر چکی ہے کہ ان اقوال کی حقیقت کیا ہے۔

(۶۱) دیکھئے التمہید ج ۱۴' ص ۳۵۲ اور اس کے بعد' فتح الباری ج ۴' ص ۱۵۶' طرح التثریب ج ۴ ص ۱۰۵۔ عمدۃ القاری ج ۱۰' ص ۳۷۳۔ الرعاۃ ج ۶' ص ۴۳۰ اور اس کے بعد۔ نیز دیکھئے فقہ النوازل ج ۲' ص ۲۰۸ تا ۲۱۱۔ واضح رہے کہ تمام اہل لغت نے بھی اس بارے میں ابن سریج کے قول کی مخالفت کی ہے اور [ فاقدروا ] کا معنی اندازہ کرنا' مقدار کے مطابق کرنا وغیرہ لکھا ہے' چنانچہ مشہور لغوی ابو منصور الازہري (م ۳۷۰ھ) ((فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ)) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ای قدّروا عدد الشھر واکملوا ثلاثین یوماً، پھر ابن سریج ◄◄

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علی سبیل المثال دیکھیے' مشہور شارحِ کتب حدیث امام خطابی رحمہ اللہ شرح بخاری میں مذکورہ حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وذهب عامة العلماء اِلی أن معنى التقدير فيه استيفاء عدد الثلاثين وقد روی عن رسول اللهﷺ من طريق ابی هريرة وابن عمر وهذا القول هو المرضی الذي عليه الجمهور من الناس والجماعة منهم ۔ (٦٢)

عام طور پر علماء اسی طرف گئے ہیں کہ اس حدیث میں [التقدیر] کا معنی تیس کا عدد پورا کرنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ سے یہی مروی ہے۔ یہی قول پسندیدہ ہے اور اسی پر جمہور علماء ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فقالوا: المراد بقوله [فَاقدُرُوا له] ای انظروا في أوّل الشهر واحسبوا تمام الثلاثين' ويرجح هذا القول الروايات الأخر المصرحة بالمراد وهي ما تقدم من قوله [فاكملوا العدة ثلاثين] ونحوها وأولى ما فسّر الحديث بالحديث (٦٣)

''چنانچہ جمہور کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان [فاقدروا له] سے مراد یہ ہے کہ ابتدائے ماہ سے دیکھو اور پوری تیس کی گنتی مکمل کرو۔ دوسری تمام روایات جن

---

◄◄ کا مخالف قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: والقول الاول عندی اصح وأوضح تهذيب اللغة (ج۹' ص۲۲) صاحب لسان العرب نے بھی ازہری کا یہ قول نقل کیا ہے اور خاموش رہے ہیں۔ (لسان العرب ج ۵ ص ۷۸)

نیز غریب الحدیث کے مؤلفین نے بھی یہی معنی متعین کیا ہے' دیکھیے غریب الحدیث لابن الجوزی ج ۲ ص ۲۲۳، النهاية فی غريب الحديث ج ٤ ص ٢٣، تفسير غريب الحديث لابن حجر ص ١٩٢۔

☆ ابن سریج وہ پہلی شخصیت ہے جس کی طرف اس معنی کی نسبت صحیح مانی جا سکتی ہے جیسا کہ اسکی تفصیل گزر چکی ہے۔

(٦٢) اعلام الحديث ج ٢' ص ٩٤٢۔

(٦٣) فتح الباری' ج ٤' ص ١٢٠۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں اس کی تصریح وارد ہے وہ بھی اسی قول کی تائید کرتی ہیں' یعنی وہ حدیثیں جو ابھی گزریں اور ان میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ((فَاَکْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِیْنَ)) اور سب سے بہتر یہ ہے کہ ایک حدیث کی تفسیر دوسری حدیث سے کی جائے۔''

وہ معروف اور معتمد علیہ ائمۂ حدیث جنہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کی تخریج کی ہے' ان کا بھی اسلوب اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جس روایت میں ((فاقدروا له)) کا لفظ وارد ہے وہ حدیثیں ان کی تفسیر کرتی ہیں جن میں : فاکملوا العدّة ثلاثین' فعدّوا ثلاثین اور فاکملوا عدة شعبان ثلاثین وغیرہ کے الفاظ وارد ہیں۔(٦٤)

علیٰ سبیل المثال دیکھئے:

(۱) امام المحدثین امام ابوعبداللہ بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الصوم باب نمبر ۱۱ کے تحت جب سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر کی مذکورہ حدیث نقل کی تو اس کے فوراً بعد اس کی تفسیر میں حضرت ابن عمر اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما کی درج ذیل حدیثیں بھی نقل کیں:

۱) ((اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ)) (٦٥)

۲) ((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ)) (٦٦)

[فاقدروا له] کے بعد ان دونوں حدیثوں کو ذکر کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ لطیف اشارہ فرمایا کہ [فاقدروا له] کے معنی میں جو اجمال و اشکال ہے ان دونوں حدیثوں میں اس کی تفصیل اور توضیح ہے' لہٰذا یہی اس کی صحیح تفسیر و تعبیر ہے۔

---

(٦٤) اس سلسلے میں وارد تمام الفاظ کے لیے دیکھئے فقه النوازل' ج ۲' ص ۲۰۸' ۲۰۹۔

(٦٥) صحیح البخاری: ۱۸۰۷ الصوم۔ صحیح مسلم: ۱۰۷۰ الصوم بروایت ابن عمر۔

(٦٦) صحیح البخاری: ۱۹۰۹ الصوم۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ب) امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی یہی اسلوب اختیار کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیث نقل فرمائی جس میں [فاقدروا له] کے الفاظ وارد ہیں' پھر اس کی تفسیر اور تفصیل میں اس حدیث کے مختلف طرق نقل کیے(٦٧) جن میں سے بعض کے الفاظ یہ ہیں:

١) فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ ثَلَاثِينَ (حدیث الباب:٢)

٢) فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا ثَلَاثِينَ (حدیث الباب:٣)

ان دونوں اماموں کے علاوہ دو اور مشہور اماموں نے بھی اس بارے میں مزید صراحت سے کام لیا ہے۔

ج) چنانچہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اپنی صحیح میں باب باندھتے ہیں:

[باب الامر بالتقدير للشهر اذا غم على الناس]

اس باب کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وہی حدیث نقل کی ہے جس میں [فاقدروا له] کا لفظ وارد ہے۔ پھر اس کی وضاحت کرنے کے لیے ایک نیا باب باندھتے ہیں:

باب ذكر الدليل على ان الأمر بالتقدير للشهر اذا غم ان يعد ثلاثين يوماً ثم صام۔

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی انہی دونوں حدیثوں کی تخریج کی ہے جن کا ذکر امام بخاری رحمہ اللہ نے کیا ہے۔(٦٨)

د) امام ابن خزیمہ کے شاگرد امام ابن حبانؒ اپنی صحیح میں باب باندھتے ہیں:

ذكر الامر بالقدر لشهر شعبان اذا غم على الناس رؤية هلال رمضان

پھر اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وہی حدیث ذکر کی ہے جس کا ذکر بار بار آچکا ہے۔

---

(٦٧) صحيح مسلم' ج٢' ص ١٤٦' ١٤٧ مع منة المنعم۔

(٦٨) صحيح ابن خزيمه' ج٣' ص ٢٠١' ٢٠٢۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر اس حدیث میں کلمہ [فاقدروا له] کی وضاحت کرنے کے لیے مزید دو اور باب منعقد کیے ہیں اور ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہی حدیث ذکر کی ہے جس کا ذکر بخاری شریف کے حوالے سے گزر چکا ہے:

ذكر البيان بان قوله ﷺ [فَاقْدُرُوا لَهُ] اراد به اعداد الثلاثين۔

ذكر البيان بان قوله ﷺ [اُقْدُرُوا لَهُ] اراد به اعداد الثلاثين۔ (٦٩)

۹) امام بغوی رحمہ اللہ نے بھی مصابیح السنۃ میں اسی چیز کو واضح کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قال رسولُ اللّٰه ﷺ :((لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ)) وفي رواية قال :((اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ)) (٧٠)

اس قسم کے اگر تمام حوالے نقل کیے جائیں تو دامنِ قرطاس تنگ نظر آئے گا' مقصد بیان صرف یہ ہے کہ جس روایت میں [فَاقْدُرُوْا لَهُ] کے الفاظ آئے ہیں وہ مجمل ہے جس کی تفسیر دوسری روایات میں [فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ' فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ] وغیرہ الفاظ سے وارد ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ ائمۂ حدیث اور شارحین حدیث کا اس پر اتفاق چلا آرہا ہے۔

اس موضوع کو میں اتنا طول نہیں دینا چاہتا تھا لیکن چونکہ علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے اپنے موقف کے لیے اسی حدیث کو بنیاد بنایا تھا اور انہی کی تقلید میں ہمارے بعض بزرگوں نے بھی ہندوستان میں اس موضوع کو ابھارا ہے اس لیے اسے طول دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اب آخر میں مزید کچھ اور نہ لکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی کی روایت سے ایک حدیث نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں' جس کے اندر ایک ہی

(٦٩) الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان' ج٥' ص ١٨٦۔

(٧٠) مشكاة المصابيح تحقيق الالبانی ج١' ص ٦١٥' دیکھئے مرعاة المصابيح ج٤ ص٢٠٦ طبعه قديمه۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حدیث اور ایک ہی سیاق میں [فاقدروا] کی تفسیر مذکور ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْاَهِلَّةَ مَوَاقِيْتَ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ اَتِمُّوْهُ ثَلَاثِيْنَ))(۷۱)

''چاند کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے جنتری قرار دیا ہے' اس لیے جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو افطار کرو' پھر اگر تم پر بادل چھا جائیں تو اس کا اندازہ کرو' تیس دن پورے کرو۔''

یہ حدیث بڑے واضح لفظوں میں ابوالعباس ابن سریج اور علامہ احمد شاکر رحمہما اللہ کی رائے کی تردید کر رہی ہے کہ [فَاقْدُرُوْا] کا اصل معنی [اَتِمُّوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا] ہے' نہ کہ منازلِ قمر کا حساب ہے۔ واللہ اعلم!

۳) احادیث کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مہینوں کی ابتدا و انتہا کے سلسلے میں آپ ﷺ کا اسوۂ مبارک یہ تھا کہ آپ ﷺ اس مسئلے میں صرف اور صرف رؤیتِ ہلال پر اعتماد فرماتے تھے' حالانکہ اللہ تعالیٰ آپ کو بذریعۂ وحی بھی مطلع کر سکتا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے اسوہ سے بڑھ کر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا' چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ لِشَعْبَانَ مَالَا يَتَحَفَّظُ لِغَيْرِهٖ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ ' فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ)) (۷۲)

''رسول اللہ ﷺ شعبان کے دنوں کا جیسا اہتمام فرماتے تھے اتنا کسی اور مہینے کے دنوں کا اہتمام نہیں فرماتے تھے' پھر چاند دیکھ کر روزہ رکھتے' پھر اگر بادل چھا جاتے تو تیس دن پورے کرتے' پھر روزہ رکھتے۔''

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں:

[و كان من هديه ﷺ ان لا يدخل في صوم رمضان الا برؤية محققة او

(۷۱) مصنف عبد الرزاق' ج ٤' ص ١٥٦' ح ٧٣٠٦۔ مستدرك الحاكم ج ١' ص ٤٢٣۔ صحيح ابن خزيمه' ج ٣' ص ٢٠١۔ السنن الكبرى للبيهقي ج ٤ ص ٢٠٤۔

(۷۲) سنن ابو داؤد و سنن الترمذی وغیرهما' تخریج گزر چکی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بشهادة شاهد واحد] (۷۳)

''آپ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ رمضان کا روزہ رؤیت ہلال کے ثبوت کے بغیر نہ رکھتے' یا پھر ایک گواہی دینے والا گواہی دے دے۔''

اس کے برخلاف آپ ﷺ کے اسوۂ مبارکہ سے یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ آپ نے منازلِ قمر کا حساب رکھا ہو یا اس کی تعلیم کی ترغیب دی ہو' اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسا کیا ہے۔

۴) جو شریعت عام و خاص' جاہل و عالم ہر ایک کے لیے آئی ہو اس میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ ایک عمل جو ہر قادر' عاقل' بالغ مسلمان پر فرض ہو' جیسے رمضان المبارک کا روزہ' پھر اس میں مطلع کے ابر آلود ہونے کی صورت میں عالم و جاہل میں فرق رکھا جائے۔ یہ ایسا نکتہ ہے جس کا قائل کوئی محدث ہے اور نہ حدیث و قرآن سے اس کی کوئی دلیل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ نقل و عقل اور لغت و ادب کسی بھی اعتبار سے اس حدیث کا مفہوم وہ نہیں بنتا جو یہ حضرات ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

**دوسری دلیل**: دوسری حدیث جس سے ان حضرات کا استدلال ہے' وہ یہ ہے:

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ ، اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِيْ مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ))(۷۴)

''ہم لوگ اُمی اُمت ہیں' نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا' مہینہ اتنا اتنا یعنی کبھی انتیس کا ہوتا ہے اور کبھی تیس کا ہوتا ہے۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے قمری مہینوں کی ابتدا و انتہا کے بارے میں اپنے آپ اور اپنی اُمت کو [اُمّی] اور حساب و کتاب کی عدم معرفت سے موصوف کیا' پھر جب اس اُمت کے لوگ [اُمّی] نہ رہ گئے بلکہ ان میں حساب نجوم اور

(۷۳) زاد المعاد فی هدی خیر العباد' ج۲' ص ۳۸۔

(۷۴) صحیح البخاری: ۱۹۱۲ الصوم۔ صحیح مسلم: ج۲' ص ۱۴۷ بروایت عمر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علم فلک کے ماہرین پیدا ہو گئے تو رؤیت ہلال کی ضرورت باقی نہیں رہی.....الخ(۷۵)

اس استدلال پر چند ملاحظات ہیں:

۱) یہ استدلال علمائے سلف بلکہ اجماعِ اُمت کے خلاف ہے' قرونِ اولیٰ اور اس کے بعد بھی کسی معتبر عالم اور امام نے اس کا وہ مفہوم نہیں لیا ہے جو یہاں لیا جا رہا ہے۔ تعجب در تعجب ہے علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ وغفرلہ جیسے اہلحدیث اور سلفی عالم پر کہ ان کے نوکِ قلم سے ایسی تاویل وتفسیر کیسے سرزد ہوئی! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اندھی تقلید کے حامی نہیں ہیں' لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس چیز کو بھی مسلک اہلحدیث کے سراسر خلاف سمجھتے ہیں کہ کسی آیت وحدیث کا کوئی ایسا مفہوم لیا جائے جو فہم سلف کے خلاف ہو' بلکہ بڑے واضح لفظوں میں یہ کہتا چلوں کہ خوارج اور دوسرے باطل فرقوں کے صحیح راہ سے بھٹکنے کی سب سے بڑی وجہ' میری سمجھ کے مطابق' یہ تھی کہ ان لوگوں نے بعض آیات واحادیث کا وہ مفہوم متعین کیا تھا جو صحابہ اور تابعین کے فہم سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے خطرہ ہے کہ ایسے عجیب وغریب معنی لینے والے لوگ اس وعید کے مستحق ٹھہریں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾

(النساء:۱۱۵)

''جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول ﷺ کا خلاف کرے اور تمام مؤمنوں کی راہ چھوڑ کر چلے' ہم اسے اُدھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے' وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔''

لیکن بدقسمتی سے آج یہ رجحان ہماری نوجوان نسل اور نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ پھر جب انہیں اس پر متنبہ کیا جاتا ہے تو بڑی دلیری سے اور کبر

(۷۵) اوائل الشهور لاحمد شاكر ص ۱۳'۱۴۔ نیز دیکھئے: مجلة مجمع الفقه' عدد سوم' جلد دوم' ص ۸۴۲۔ شیخ مصطفیٰ کمال تازی کا مقالہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے انداز میں کہہ دیتے ہیں کہ: ''ہم کسی کے مقلد تھوڑی ہیں'' عیاذاً باللہ۔

۲) علماء کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اُمتِ محمدیہؐ کے لیے بطورِ مدح وارد ہے اور وجہ استدلال میں اس کا جو مفہوم بیان کیا جا رہا ہے اس سے نقص کا پہلو نکلتا ہے' حالانکہ جو آیت اور حدیث اُمت کے لیے بطورِ مدح کے وارد ہو اس کے التزام میں ہی اُمت کے لیے خیر ہے۔ یہ ایسا نکتہ ہے جسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''الہلال'' میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور متعدد مثالوں سے اس مفہوم کی وضاحت کی ہے' ہر طالب علم کو اس کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

وظهر بذلك ان الأمية المذكورة هنا صفة مدح وكمال من وجوه من جهة الاستغناء عن الكتاب والحساب بما هو أبين منه وأظهر وهو الهلال ' ومن جهة أن الكتاب والحساب هنا يدخلها غلط ومن جهة أن فيهما تعباً كثيرا بلا فائدة فان ذلك شغل عن المصالح اذ هو مقصود لغيره لا بنفسه واذا كان نفي الكتاب والحساب عنهم للاستغناء عنه بخير منه ' وللمفسدة التي فيه كان الكتاب والحساب في ذلك نقصاً وعيباً بل سيئة وذنبا فمن دخل فيه فقد خرج عن الأمة الأمية فيما هو من الكمال والفضل السالم عن المفسدة ودخل في امر ناقص يؤديه الى الفساد والاضطراب۔(۷۶)

''اس بحث سے ظاہر ہوا کہ اس حدیث میں مذکور [صفتِ اُمّیت] کو مدح و کمال کے مفہوم میں لیا گیا ہے' جس کی مختلف وجوہات ہیں۔

۱- رؤیت ہلال جو بالکل ہی واضح چیز ہے اس کے ذریعہ حساب و کتاب سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔

۲- جبکہ اس بارے میں حساب و کتاب پر اعتماد میں غلطی کا امکان ہے۔

۳- حساب و کتاب میں بلا فائدہ کی بہت بڑی پریشانی ہے' کیونکہ اس میں

(۷۶) مجموع الفتاویٰ' ج۲۵' ص ۱۷٤۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشغولیت سے دوسرے اہم کاموں سے توجہ ہٹتی ہے اور یہ بات بھی واضح رہے کہ حساب وکتاب [یعنی منازلِ قمر سے متعلق حساب وکتاب] خود مطلوب نہیں' بلکہ دوسرے مطلوبہ کام کا ذریعہ ہے۔

اور جب صورت حال یہ ہے کہ حساب وکتاب کی نفی اس لیے کی گئی ہے کہ اس سے بہتر چیز اس سے بے نیاز کرتی ہے' اور اس وجہ سے کہ اس میں مشغولیت سے خرابی پیدا ہوتی ہے تو اس بارے میں حساب وکتاب میں الجھنا نقص وعیب ہے' بلکہ معاملہ برائی اور گناہ تک پہنچ جاتا ہے' لہٰذا جو شخص حساب وکتاب کے گورکھ دھندوں میں پھنس گیا تو وہ اس اُمت کا جو شانِ کمال تھا اس سے محروم ہو گیا اور وہ ایسے بے فائدہ کام میں الجھ گیا جو نتیجۃً اسے نقصانات اور الجھنوں تک پہنچا دے گا۔''

علامہ تقی الدین سبکی اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''عرب یا اس اُمت کا اس بارے میں نہ لکھنا پڑھنا ان کے لیے شرف کا باعث ہے' کیونکہ علم الٰہی میں یہ مقرر ہو چکا تھا کہ یہ لوگ نبی اُمی کی اُمت میں شامل ہوں گے''۔(۷۷)

ان دونوں اماموں یعنی امام ابن تیمیہ اور امام سبکی کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث میں وارد صفت اُمیت اور علم حساب وکتاب سے دُوری اُمت کے لیے صفتِ مدح وکمال ہے نہ کہ صفتِ ذم ونقص کہ اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے' بلکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شہر میں برائی وفساد کے اڈے ہوں' اس کا تذکرہ کسی مجلس میں ہو تو کوئی یہ کہے کہ میں تو اس جگہ کو جانتا ہی نہیں اور نہ ہی اس طرف کا ہم نے راستہ دیکھا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ لاعلمی اور جہالت اس شخص کے بارے میں صفتِ ذم نہیں بلکہ صفتِ مدح وکمال ہے۔ فلیتنبّہ

۳) اس حدیث میں وارد لفظ [اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ] کو لفظ [لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ] اور [اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا] سے مقرون کیا گیا ہے' جس سے اُمتِ محمدیہ کو یہ خبر دینا ہے کہ اُمت چاند اور قمری مہینوں کی ابتداء وانتہا کے بارے میں علم فلک اور منازلِ قمر

(۷۷) امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ العلم المنثور' ص ۱۸'۱۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے متعلق معرفت حاصل کرنے کی محتاج نہیں ہے' بلکہ مہینہ یا تو ۲۹ دن ہوگا یا پھر تیس دن کا' جس کی معرفت کا ذریعہ چاند کا دکھائی دینا ہے یا پھر تیس دن کا پورا ہونا' جیسا کہ متعدد حدیثوں میں یہ حکم موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ جب اس اُمت سے صفتِ اُمیت ختم ہو جائے گی تو اس کا اعتماد حساب و کتاب اور علم فلک پر ہوگا اور اُمت رؤیتِ ہلال سے مستغنی ہو جائے گی۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں حساب سے مراد تاروں کی آمد و رفت اور ان کی منازل کا حساب ہے' کیونکہ اُس وقت وہاں پر اس علم کو جاننے والے بہت کم لوگ تھے اس لیے روزہ رکھنے وغیرہ کے حکم کو رؤیتِ ہلال سے متعلق کیا ہے جس کی وجہ تاروں کی منازل کو معلوم کرنے میں جو پریشانیاں تھیں ان سے چھٹکارا دلانا ہے۔ اس کے بعد بھی روزہ وغیرہ کے بارے میں یہی حکم چلتا رہا' اگرچہ اس علم کو جاننے والے لوگ پیدا ہوئے' بلکہ حدیث کا سیاق و سباق یہ ظاہر کرتا ہے کہ حسابِ نجوم اور منازلِ قمر پر مطلقاً اعتماد نہ کیا جائے گا' جس کی توضیح وہ حدیث کرتی ہے جس میں ارشاد ہے کہ ((فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ)) چنانچہ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر تمہارے اوپر بادل چھا جائے تو اہلِ حساب سے پوچھو۔ [ بلکہ یہ فرمایا کہ گنتی کے تیس دن پورے کرو۔ ][(۷۸)]

قمری مہینوں کو بذریعۂ علم فلک ثابت ماننے والوں کے یہ نقلی دلائل تھے جن کا تجزیہ پیش کیا گیا' جس سے واضح ہوتا ہے کہ اولاً تو ان کے دلائل اپنے معنی میں صریح نہیں ہیں' ثانیاً یہ ایک ایسا قول ہے جو اجماعِ سلف کے خلاف ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے از روئے عقل بھی اس قول کو باطل قرار دیا ہے' نیز عصر حاضر میں شیخ بکر بن ابوزید حفظہ اللہ نے بھی اپنے بعض مقالات میں اس موضوع کو تفصیل سے لیا

(۷۸) فتح الباری' ج ٤' ص ۱۳۲۔ نیز دیکھئے سیر اعلام النبلاء' ج ١٤' ص ۱۹۱' ۱۹۲ ترجمہ محمد بن یحییٰ بن منده۔ عارضة الأحوذی' ج ۳' ص ۳۰۷ اور اس کے بعد۔ العلم المنثور للسبکی ص ۱۸' ۳٤۔ المرعاة' ج ٤' ص ٤۳٤ اور اس کے بعد۔ فقه النوازل' ج ۳' ص ۲۱۱' ۲۱٤ وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ علم فلک اور حساب کے ذریعہ قمری مہینوں کی ابتدا وانتہا کو قبول کرنے میں دو بڑی اہم خرابیاں لازم آتی ہیں:

۱) حساب اور علم فلک کا معاملہ ابھی تک ظن وتخمین کی حدود نہیں پار کر سکا۔

۲) بذریعۂ حساب قمری مہینوں کی ابتدا وانتہا کو قبول کرنے میں کئی اعتبار سے شریعت کی مخالفت ہوتی ہے۔(۷۹)

## حسابِ منازل قمر اور علم فلک کی ظنیت:

اہل فلک یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ان کا علم ظنی اور غیر یقینی ہے' بلکہ اس کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ منٹ وسیکنڈ کی تحدید کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت رؤیتِ ہلال کا مسئلہ بالکل یقینی ہے۔ البتہ حق یہ ہے کہ یہ بات صرف دعویٰ کی حد تک ہے' لیکن ان کے اس دعوے کو چیلنج کرنے کا مسئلہ اس لیے مشکل ہے کہ عموی طور پر علم شرع کے حاملین اور اہل دین وتقویٰ حضرات ان عصری علوم میں مہارت نہیں رکھتے۔ اس لیے ان مدعیانِ علم کا علمی جواب دینے میں مشکل پیش آتی ہے' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ علم ابھی تک ''ظن'' کی حدود میں ہے' جس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

بہت سے حوادث ایسے پیش آتے ہیں جو اہلِ فلک کے دعووں کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۴۰۶ھ میں اہلِ فلک نے یہ بات یقین سے کہی کہ شوال کا چاند انتیس رمضان کی شام کو ظاہر نہیں ہوگا اور یہ بات مقامی اخبارات میں بھی چھپی' لیکن اللہ کی قدرت کہ سعودی عرب کے مختلف علاقے سے بیس آدمیوں نے رؤیتِ ہلال کی شہادت دی' اسی طرح دوسرے ممالک میں چاند دیکھا گیا۔(۸۰)

☆ اس سال ۱۴۲۴ھ میں مملکت سعودیہ عربیہ میں اہلِ فلک کے بیان کے مطابق یہ چرچا تھا کہ رمضان کا چاند انتیس شعبان کی شام کو ضرور نظر آئے گا۔ یہ خبر اس تیزی

(۷۹) فقہ النوازل ج ۳ ص ۲۱۷۔ معرفۃ اوقات العبادات ج ۳ ص ۸۵۔

(۸۰) دیکھئے سابقہ حوالہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے لوگوں میں عام ہوئی کہ لوگوں کو مکمل یقین تھا کہ آج تراویح کی نماز پڑھی جائے گی اور کل روزہ رکھنا ہے' حتیٰ کہ بہت سی مساجد میں ایک معمولی سی افواہ پر تراویح کی نماز پڑھ لی گئی' لیکن حق یہ ہے کہ مطلع بھی صاف تھا اور مملکت سعودیہ عربیہ کے مختلف شہروں میں ہزاروں لوگوں کی نگاہیں غروبِ آفتاب کے وقت اُفق مغرب میں اس نئے مہمان کے دیدار کے لیے اُٹھی ہوئی تھیں۔ سعودیہ عربیہ ہزاروں مربع میل رقبے پر مشتمل ہے' پھر بھی کسی علاقے سے کسی کو بھی اس نئے مہمان کے دیدار کا شرف حاصل نہیں ہوا' حتیٰ کہ سدیر کے علاقے کا وہ شخص جس کی نظر کی تیزی پر الحمدللہ کافی اعتماد کیا جاتا ہے' اُس نے بھی معذرت ظاہر کی کہ آج وہ بھی اس شرف سے محروم ہے' بالآخر سب کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ع نہ ہوا' پر نہ ہوا یار کا دیدار نصیب!

☆ رابطہ عالم اسلامی کے مجمع الفقہی میں یہ موضوع کئی بار زیر بحث آیا جس میں اس موضوع پر بھی بحث ہوئی کہ رؤیت ہلال کا مسئلہ قطعی ہے کہ ظنی۔ دورانِ بحث اس سلسلے میں متعدد آرائیں سامنے آئیں' حالانکہ اس میں بعض ماہرین فن بھی موجود تھے۔ چنانچہ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ موافق دسمبر ۱۹۸۵ء کی مجلس میں رئیس مجلس نے فرمایا کہ:

وقد سمعتم ما ذكر على ألسنة البعض منهم أنه ظني وقد سمعتم من يحكي شيئا من قطعيته ومنهم من يقول أنه شبه قطعي وما جرى مجرى ذلك۔ (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی' عدد ثانی جزء ثانی' ص ۱۰۳۰)۔

''آپ لوگوں نے یہ بھی سنا جو بعض لوگوں نے ذکر کیا' بعض نے اسے ظن کہا اور بعض نے اس کی قطعیت نقل کی اور بعض نے اسے قطعی کے مشابہ قرار دیا۔''

یہ حادثات اور اہل فن کا یہ اعتراف اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ علم حساب و نجوم ابھی تک ظن کی حدود میں ہے' بلکہ یہ حادثات جہاں ایک طرف اہل ہیئت کو یہ سبق دیتے ہیں کہ وہ اپنی حد کو پار نہ کریں وہیں اہلِ علم حضرات سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جدید علوم کے ماہرین کے ہر دعوے کو من وعن قبول کرنے سے پرہیز کریں۔

☆ حسابِ فلکی کے سارے معاملات اِس وقت آلاتِ جدیدہ پر منحصر ہیں' جن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں کسی بھی وقت فنی خرابی پیدا ہو سکتی ہے' اور بسا اوقات اس خرابی کا احساس اس میدان میں کام کرنے والوں کو بھی نہیں ہوتا۔ روزانہ دنیا کو اس قسم کے واقعات سے سابقہ ہے کہ جدید ٹیکنالوجی میں خرابی کے کیسے نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ صرف ہوائی جہازوں کو درپیش حادثات سبق لینے کے لیے کافی ہیں۔

☆ یہ بات عام طور پر مشاہدے میں ہے کہ عصر حاضر میں بعض اسلامی شہروں میں روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا معاملہ حسابِ فلکی کی بنیاد پر ہے اور ان کے یہاں رؤیتِ ہلال کی کوئی اہمیت نہیں ہے' لیکن یہ چیز ملاحظے میں ہے کہ بسا اوقات ان ملکوں اور ان دوسرے ملکوں میں جن میں رؤیت ہلال پر اعتماد ہے' دو یا تین دن کا فرق پڑتا ہے' حالانکہ علماً اور عقلاً یہ غیر معقول سی بات ہے۔

☆ یہ بات بھی ہر شخص کے مشاہدے میں ہے کہ ایک ہی ملک میں موجود کیلنڈر ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں' کسی میں رمضان کا مہینہ تیس دن مذکور ہوتا ہے اور کسی میں انتیس دن۔ یہ اختلاف اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ان کا علم ابھی ظن وتخمین ہی کے حدود میں ہے۔ واللہ اعلم! (۸۱)

ابھی چند دن پہلے میں ایک مجلس میں حاضر تھا' اس میں الہناڈیری فارم الغاط میں کام کرنے والے انجینئر محمد عامر بھی موجود تھے' بظاہر قابل اعتماد شخص لگ رہے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جنوری ۱۹۸۷ء میں مصری اخبارات نے اعلان کیا کہ فلاں تاریخ کو سورج میں مکمل گرہن لگنے والا ہے۔ چونکہ میں سائنس کا طالب علم تھا اس لیے اس خبر کے بارے میں بہت سنجیدہ تھا' لیکن اللہ کا کرنا کہ کلی کیا جزوی سورج گرہن بھی نہیں لگا۔

اسی طرح اس سال ۴ مئی موافق ۱۵ ربیع الاوّل بروز منگل تمام سعودی اخبارات میں یہ خبر چھپی کی آج رات ۹ بج کر ۴۷ منٹ پر چاند گرہن کی ابتدا ہوگی اور گیارہ بجے جا کر چاند مکمل طور پر گرہن کی زد میں آ جائے گا' لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا کہ چاند میں

(۸۱) تفصیل کے لیے دیکھیے فقہ النوازل' ج ۳' ص ۳۱۶ تا ۳۱۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گرہن کی ابتدا اہل فلک کے مقررہ وقت سے تقریباً بیس منٹ پہلے ہوگئی' بلکہ دوسرے دن اخبارات نے یہ صراحت کی کہ چاند گرہن کی ابتداء ۹ بجکر ۳۰ منٹ پر ہوگئی تھی۔

## حسابِ نجوم اور علمِ فلک کا شریعت سے ٹکراؤ:

رؤیتِ ہلال کو چھوڑ کر ستاروں کی نقل وحرکت اور علم ہیئت پر اعتماد شریعت سے قطعاً میل نہیں کھاتا' جس کی متعدد وجوہ ہیں' ذیل میں چند ایک کا ذکر ہوتا ہے:

۱) شرعی مہینہ ابتدا وانتہا' عددِ ایام اور دیگر امور میں اہلِ فلک کے متعین کردہ مہینوں سے مختلف ہے' جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۲) شریعت نے ابتدائے ماہِ قمری کو رؤیتِ ہلال سے مرتبط کیا ہے اور یہ صراحت کردی ہے کہ شرعی مہینہ یا ۲۹ دن کا ہوگا یا ۳۰ دن کا' جبکہ اہلِ فلک کے نزدیک رؤیتِ ہلال کا کوئی اعتبار نہیں ہے' بلکہ ان کے نزدیک ہر قمری مہینہ ۲۹ دن' بارہ گھنٹے' ۴۴ منٹ اور کچھ سیکنڈ کا ہوتا ہے' خواہ چاند نظر آئے یا نہ آئے۔

۳) شریعت نے ابتدائے ماہِ قمری کو ایک فطری اور ظاہری چیز سے مرتبط کیا ہے جس میں نہ کوئی مشقت ہے اور نہ ہی اس میں ایسی مشغولیت کہ بندے کو اس کے ضروری کاموں سے روکتی ہو' بلکہ اس میں مشغولیت بحکمِ شرع ہے۔ اسی لیے شریعت نے اس کے لیے ایک ذکر بھی سکھلایا ہے' جبکہ اہلِ فلک اس معاملے میں اس سے مختلف ہیں۔

۴) اہلِ فلک کے مذہب پر عمل کرنے کے نتیجے میں بعض صحیح احادیث پر عمل ترک کرنا پڑتا ہے' وہ احادیث جن میں یہ حکم ہے کہ اگر رؤیتِ ہلال اور تمہارے درمیان بادل وغیرہ حائل ہوں تو تیس کی گنتی پوری کرو' اب اگر اہلِ فلک کی بات تسلیم کرلی جائے تو ان حدیثوں کا کیا فائدہ؟ بلکہ اس طرح تو وہ تمام حدیثیں بے کار اور ردّی کی ٹوکری کی نذر ہو جائیں گی۔ (۸۲)

خلاصۂ کلام یہ کہ قمری مہینوں کے بارے میں علمِ فلک پر اعتماد شریعتِ محمدیہ سے

(۸۲) فقہ النوازل' ج ۳' ص ۳۱۸ اور اس کے بعد معرفۃ اوقات العبادات ج ۳ ص ۸۷ تا ۹۰۔ دیکھئے اس بحث کے آخر میں ضمیمہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قطعاً میل نہیں کھاتا' اس لیے اس مسئلہ کو اپنی حالت پر رہنے دیا جائے اور اُمت کو اس میں اُلجھا کر ان کے درمیان متفق علیہ مسئلے کی اجتماعیت کو پاش پاش نہ کیا جائے۔ یہی سلامتی کا راستہ ہے' کیونکہ قمری مہینوں کی ابتدا وانتہا کا مسئلہ اُمتِ مسلمہ میں متفق علیہ چلا آرہا ہے' اور وہ علماء جن کے اجماع کا اعتبار ہے اس پر متفق رہے ہیں کہ اس بارے میں اہلِ فلک اور حسابِ نجوم کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عصر حاضر میں بھی یہ مسئلہ علماء کے درمیان بحث ومناقشہ کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا ہے' چنانچہ مملکتِ سعودی عرب کے مقتدر علماء کی کمیٹی نے متفقہ طور پر اپنی ایک قرارداد میں تحریر کیا کہ:

فبعد دراسة ما أعدته اللّجنة الدائمة فی ذلك وبعد الرجوع الی ما ذكره اهل العلم فقد أجمع اعضاء الهيئة على عدم اعتبار ه لقوله عليه الصلاة والسلام: [صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ] الحديث ولقوله عليه الصلاة والسلام : [لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ] الحديث۔ (۸۳)

اسی طرح رابطہ عالمِ اسلامی کی فقہی کمیٹی کے اعضاء کے پاس سنگاپور سے سوال آیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سنگاپور کی جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ اور المجلس الاسلامی کے درمیان اختلاف پیدا ہوا' جمعیت کا یہ خیال ہے کہ اس سال یعنی ۱۳۹۹ھ میں ماہ رمضان کی ابتدا کو رؤیتِ ہلال کے ذریعہ ہی مانا جائے جبکہ مجلس اسلامی کا خیال تھا کہ کیونکہ ایشیا کے اس علاقے خصوصاً سنگاپور میں عمومی طور پر مطلع ابر آلود ہوتا ہے اس لیے ابتدائے ماہ مبارک کو حسابِ فلکی کے ذریعہ تسلیم کرلیا جائے' اس سلسلے میں اعضائے مجلس کی کیا رائے ہے؟

مجمع الفقہ الاسلامی کی کمیٹی نے متفقہ طور پر اس کا جو جواب دیا تھا اسے ذیل میں بلفظہٖ نقل کردیا جاتا ہے:

وبعد أن قام أعضاء مجلس المجمع الفقهی الاسلامی بدراسة وافية لهذا الموضوع على ضوء نصوص الشريعة قرر مجلس المجمع

(۸۳) ابحاث هيئة كبار العلماء' ج۳' ص ۳٤۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الفقهى الاسلامى تأييده لجمعية الدعوة الاسلامية فيما ذهبت اليه لوضوح الأدلة الشرعية فى ذلك۔

كما قرر انه بالنسبة لهذا الوضع الذي يوجد في أماكن من سنغافوره وبعض مناطق آسيا وغيرها 'حيث تكون سماء ها محجوبة بما يمنع الرؤية فإن للمسلمين في تلك المناطق وما شابهها ان يأخذوا بمن يثقون به من البلاد الاسلامية التى تعتمد على الرؤية البصرية للهلال دون الحساب بأى شكل من الأشكال عملاً بقولهﷺ :[صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ ] وقولهﷺ :[لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ ، أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ] وما جاء في معناهما من الأحاديث۔[٨٤]

''المجمع الفقهى الاسلامى کے ممبران نے اس موضوع سے متعلق شرعی نصوص پر مکمل غور وخوض کرنے کے بعد' نیز اس بارے میں واضح دلائل کی بنیاد پر جمعیت الدعوۃ الاسلامیۃ کی تائید کا فیصلہ کیا ہے۔

نیز سنگا پور کے بعض وہ علاقے جہاں آسمان چھپا رہتا ہے' اسی طرح اس جیسے ایشیا کے دوسرے علاقوں کی صورتِ حال سے متعلق کہ جہاں رؤیتِ ہلال ممکن نہیں ہے وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان میں سے کسی ایسے اسلامی ملک پر اعتماد کریں جہاں کے لوگ رؤیتِ ہلال کے بارے میں صرف نظر (دیکھنے) پر اعتماد کرتے ہیں اور کسی بھی طرح حساب پر اعتماد نہیں کرتے ہیں' آپ ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کہ آپؐ نے فرمایا: ((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ)) اور آپ ﷺ کے اس فرمان پر کہ ((لَا تَصُوْمُوا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ اَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ اَوْتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ)) اسی طرح دیگر احادیث کی بنیاد پر جو اس بارے میں مروی ہیں''۔

---

(٨٤) مجلة مجمع الفقه الاسلامى' عدد ٢' جلد ٢' ص ٩٦٩' ٩٧٠۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فصل دوم

# اختلافِ مطالع

## مطلع کی تعریف:

مطلع ''طلوع'' مصدر کا اسم ظرف ہے۔طلوع کے معنی ہیں نکلنا' طلوع ہونا' ظاہر ہونا۔اس طرح مطلع کا معنی ہوا طلوع ہونے کی جگہ۔اسی مناسبت سے چاند اور سورج کے طلوع ہونے کی جگہ کو مطلع کہتے ہیں۔

مطلع سے ہماری مراد ماہِ نو کے مشرق کی جانب چھپ جانے کے ایک یا دو دن بعد مغرب کی جانب ظاہر ہونے کی جگہ ہے۔اس کو اس طرح سمجھئے کہ ایک ہی خطِ طول البلد پر واقع تمام مقامات پر سورج اور چاند ایک ہی وقت میں طلوع ہوں گے اور ایک ہی وقت میں غروب ہوں گے۔مثلاً حیدر آباد سندھ' کابل اور تاشقند کا طول البلد تقریباً ۶۸ درجہ مشرق ہے۔اگر حیدر آباد سندھ میں سورج صبح ۶ بج کر ۲۲ منٹ پر طلوع ہوگا تو کابل اور تاشقند میں بھی اسی وقت طلوع ہوگا۔اسی طرح اگر تاشقند میں چاند غروبِ آفتاب کے بعد نظر آ گیا ہے تو ان مقامات پر بھی ضرور نظر آنا چاہیے' بشرطیکہ بادل یا فضا کی آلودگی آڑے نہ آئے۔لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حیدر آباد سندھ' کابل اور تاشقند کا مطلع ایک ہی ہے۔

اس کی مزید وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ ایک مقام (الف) مقام (ب) سے پورے ''۱۸۰'' درجہ مغرب میں واقع ہے' یعنی اگر مقام (ب) کا طول البلد ''۷۵'' درجہ مشرق اور مقام (الف) ''۱۸۰'' درجہ مغرب ہے تو ۲۳ مارچ یا ۲۳ دسمبر کو جس وقت مقام (ب) میں سورج طلوع ہوگا مقام (الف) میں غروب ہو رہا ہوگا اور وہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رات شروع ہو جائے گی' تو گویا مقام (ب) اور مقام (الف) کے مطالع بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔(۸۵)

## اختلافِ مطلع ایک حقیقت ہے:

رؤیت ہلال کے سلسلے میں اختلافِ مطلع ایک ایسی حقیقت ہے جس پر علمائے دین اور اہلِ فلک کا اتفاق ہے۔ اس بات پر بھی علماء متفق ہیں کہ جس طرح ایک شہر سے دوسرے شہر میں سورج کے طلوع اور غروب کا فرق ہے بعینہٖ اسی طرح ہلالِ ماہِ نو کے طلوع وعدم طلوع کا فرق رہتا ہے۔(۸۶)

## اختلافِ مطلع کیوں؟

علمائے جغرافیہ نے دوری ونزدیکی کے فرق کو واضح کرنے' دوملکوں کے درمیان مسافت کی تحدید' سطحِ ارض پر جگہوں کی اور دنیا کے مختلف ممالک میں اوقات کی تعیین کے لیے زمین کو خطوطِ طول وعرض (وہمی) میں تقسیم کیا ہے۔ جو خط شمال سے جنوب کو جاتا ہے اس کو خط طول البلد کہتے ہیں اور جو خط مشرق سے مغرب کو جاتا ہے اسے خط عرض البلد کہتے ہیں۔ اس خط کا مرکز شہر لندن کا مشہور قصبہ گرینچ کو قرار دیا گیا ہے۔ اب جو شہر لندن سے شرق میں واقع ہیں انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اتنے درجہ شرق طول البلد پر واقع ہیں' اور جو شہر لندن سے غرب میں واقع ہیں انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اتنے درجہ غرب طول البلد پر واقع ہیں۔ مطلع کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے طول البلد اور عرض البلد کو سمجھنا ضروری ہے' جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے'(۸۷) البتہ اختصار کے ساتھ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اگر دو شہر ایک ہی طول البلد یا قریب قریب طول البلد پر واقع ہیں تو دونوں شہروں میں لمبی مسافت کے باوجود اختلافِ مطلع کا اثر نہیں ہے۔ مثلاً

(۸۵) الشمس والقمر بحسبان 'مجلّہ الدعوۃ جلد ۱۴' شمارہ ۱۲ ص ۴۱۔

(۸۶) دیکھئے الاختیارات الفقهية ص ۱۰۶' رحمة الامة ص ۱۹۴' تنبيه الغافل والوسنان ص ۱۰۴' ارشاد اهل الملة ص ۲۷۳' ابحاث هيئة كبار العلماء' ص ۳۳/۳۔

(۸۷) اہل ذوق کے لیے مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی کتاب الشمس والقمر بحسبان کافی مفید ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مدراس اور کشمیر' یا ریاض اور ماسکو تقریباً ایک ہی طول البلد پر واقع ہیں' اس لیے ان میں سورج اور چاند کے مطلع کا فرق نہیں ہے۔ اس کے برخلاف اگر دو شہر ایک ہی خط عرض البلد پر واقع ہیں تو ان میں مطلع کا فرق پڑ سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ رؤیت ہلال پر بحث کرتے ہوئے اس نکتے کو سامنے رکھا جائے۔ اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ہم ذیل میں مولانا محمد یحییٰ اعظمی کے ایک طویل مضمون کا اقتباس نقل کرتے ہیں۔ یہ طویل مضمون فتاویٰ ثنائیہ' جلد اوّل' کتاب الصیام میں موجود ہے۔ ہم اس مضمون سے صرف رؤیت اور اختلاف مطلع کا حصہ نقل کرتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

''اچھا اب آپ رؤیت ہلال کے وقت سے چاند کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے' کس قدر باریک اور سورج کے قریب ہوتا ہے۔ پھر دوسرے دن شام کو دیکھئے تو آپ کو قدرے بڑا اور مشرق کی جانب دور نظر آئے گا۔ پھر تیسرے دن اور بڑا اور زیادہ جانبِ مشرق دُوری پر معلوم ہوگا۔ بات یہ ہے کہ چاند سورج سے جتنا دُور ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس کا روشن حصہ ہماری طرف رخ کرتا جاتا ہے۔ اسی طرح دیکھتے رہیے۔ یہاں تک کہ چودہویں شب اور کبھی تیرہویں شب اور پندرہویں شب کو چاند سورج کے مقابل جانب مشرق ''۱۸۰'' درجہ یعنی نصف دَورِ فلک کی دُوری پر ہوتا ہے۔ اگر سورج مغربی اُفق میں اپنا سر چھپا رہا ہے تو چاند اُفق شرقی سے اپنی نورانی شعاعیں ہم پر پھینک رہا ہے۔ گویا آمنے سامنے برابر کی جوڑ ہے۔ اسی استقبال کی حالت میں ہم چاند کو بدر یا ماہ کامل اور اس تاریخ کو پورنماشی کہتے ہیں۔ اس وقت چاند کا نصف روشن حصہ پورے کا پورا ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اسی استقبال کے زمانہ میں اگر چاند' زمین اور سورج ایک خط مستقیم پر واقع ہو جائیں تو چاند گرہن ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر وہ یوماً فیوماً سورج کے قریب ہونے لگتا ہے اور ہم کو گھٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس میں بھی وہی بات ہے' مگر برعکس' کیونکہ چاند کے سورج سے قریب ہوتے رہنے سے اس کا روشن حصہ ہمارے سامنے سے رخ پھیرتا جاتا ہے' یہاں تک کہ ۲۸ ویں یا ۲۹ ویں شب کو سورج سے ۱۲ درجہ قریب پہنچ کر دو شب اور کبھی ایک شب یا تین شب کے لیے ہماری نظروں سے یکسر غائب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو جاتا ہے۔اس اجتماع کو ہم محاق یا اوس کہتے ہیں۔اس حالت میں چاند کا نصف روشن حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے اور نصف پچھلا تاریک حصہ ہمارے سامنے۔واضح ہو کہ اسی اجتماع میں اگر چاند اور سورج میں عرضاً بھی اتنا قرب ہو جائے کہ ہماری نگاہ بخط مستقیم چاند سے گزرتی ہوئی سورج پر پڑ جائے تو سورج گرہن ہو جائے گا۔یاد رکھئے اسی زمانہ محاق میں جس کی مدت اوسطاً ۴۷ گھنٹے ۱۶ منٹ ہے' ایک خاص لمحہ ایسا گزرتا ہے جس میں چاند اور سورج کا ایک خطِ طولی پر' دوسرے لفظوں میں ایک خط نصف النہار پر واقع ہو جانا ضروری ہے اور وہ' وہ ساعت ہے جبکہ ابتدائے محاق سے ۲۳ گھنٹے ۳۸ منٹ گزر جائیں۔ بس اب یہیں سے رؤیت ہلال کا حساب شروع کیجئے۔

فرض کیجئے کہ جب افق شہر اعظم گڑھ سے جو ''۸۳'' درجہ ۱۳ دقیقہ طول البلد پر واقع ہے' ۶ بجے آفتاب غروب ہوا اور ۶ بج کر ۲۲ منٹ سے چند سیکنڈ پہلے چاند اور سورج میں اجتماع حقیقی ہو گیا اور ایک خطِ طولی پر دونوں واقع ہو گئے' پھر رات بھر اور دن بھر حرکت کرتے رہے' یہاں تک کہ ۲۳ گھنٹے ۳۸ منٹ بعد یعنی ۶ بجے سے چند سیکنڈ پہلے چاند' سورج سے ''۱۲'' درجے دوری پر مشرق میں پہنچ کر قوس الرویہ کے لباس سے آراستہ ہو گیا۔بس یہی وہ اوّلین ساعت ہے کہ چاند ہلال بن کر فلک اول پر تاباں ہو جاتا ہے' اور دنیا بھر کے انسانوں کی نگاہیں اس کے دیکھنے کی متمنی ہوتی ہیں۔اگر ابر' گرد و غبار' کہر اور دیگر اسباب رؤیت سے مانع نہ ہوں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم کو یہ ننھا منا سا ہلال چمکتا ہوا نہ دکھائی دے۔

خیال فرمایئے یہ تو اعظم گڑھ کا مطلع قمر ہے۔اب اعظم گڑھ کے مغرب' کراچی' مکہ معظمہ' قاہرہ' تیونس اور جزائر کناریا (جزائر خالدات) میں بسنے والے انسان سب کے سب بشرط رفع موانع اپنے اپنے مطلع سے بلاشبہ ہلال دیکھیں گے۔فرق یہ ہے کہ ہم اعظم گڑھ میں غروب کے وقت اگر ۶ بجے ہلال دیکھتے ہیں تو کراچی میں ۷ بج کر ۵ منٹ' مکہ میں ۸ بج کر ۵۲ منٹ' قاہرہ میں ۹ بج کر ۲۷ منٹ' تیونس (افریقہ) میں ۱۰ بج کر ۵۲ منٹ اور جزائر کناریا (مغربی افریقہ) میں ۱۲ بج کر ۴۵ منٹ پر (اعظم گڑھ میں نصف شب گزر چکی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے) بوقتِ غروب آفتاب ہلال نظر آئے گا۔ لیکن نسبتاً مغربی شہر والے اپنے مشرق والوں سے ہلال بڑا اور سورج سے دور دیکھیں گے۔ اب چونکہ ہلال فلک پر موجود ہے اس لیے مذکورہ بالا شہروں کے باشندے اگر اپنی نگاہ کی تیزی سے دن ہی دن میں چاند دیکھ لیں تو کچھ عجب نہیں' مگر یہ ان کے لیے سخت دشوار ہے۔

اچھا اب ذرا اور آگے بڑھو تو آپ کو نیو یارک (امریکہ) میں ۴ بج کر ۲۹ منٹ اور واشنگٹن (امریکہ) میں ۷ بج کر ۳۳ منٹ پر (اعظم گڑھ میں طلوع شمس ہو چکا ہے) بوقت غروبِ آفتاب ہلال نظر آ جائے گا' مگر ان کا ہلال جزائر کناریا والوں سے بڑا اور سورج سے اور بھی دوری پر ہوگا۔ یہ لوگ اگر دن میں ہلال دیکھ لیں تو بعید نہیں' مگر پھر بھی دشوار ہے۔

اب یہاں سے یہ بھی مسئلہ حل کر لیجیے کہ رؤیتِ ہلال قبل نصف النہار اور بعد نصف النہار بھی ممکن ہے' کیونکہ ان اوقات میں ہلال فلک پر موجود ہے اور اس کا آنے والی شب کا ہلال ہونا بھی ظاہر ہے۔

اچھا امریکہ سے گزرتے ہوئے اب ذرا اور آگے بڑھیے تو ٹوکیو (جاپان) میں ۲ بج کر ۱۴ منٹ (اعظم گڑھ میں بعد دوپہر کا وقت ہے) اور آگے بڑھیے تو شہر برما میں ۵ بج کر ۵ منٹ پر (اعظم گڑھ میں غروب کو ۵۵ منٹ باقی ہیں) غروبِ آفتاب ہوگا۔ اس وقت وہاں ہلال نظر آئے گا' اور ان لوگوں کا ہلال علی الترتیب کافی بڑا اور سورج سے کافی فاصلے پر ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دن میں بہت آسانی سے ہلال دیکھ سکتے ہیں' خصوصاً برما کے باشندے' کیونکہ ان کا ہلال سب سے بڑا اور سورج سے کافی (تقریباً ۲۳°۳/۴) دوری پر ہوگا' لیکن اس ہلال کا بھی آنے والی شب کا ہلال ہونا ظاہر ہے' مگر غروب کے وقت جب اہل برما ہلال دیکھتے ہیں تو کوئی کہتا ہے یہ تو کل کا ہے اور کوئی خیال کرتا ہے یہ تو پرسوں کا ہے۔ قربان جایئے نبی اُمی ﷺ پر' وہ فرماتے ہیں:

''نہیں نہیں' تم کو دھوکہ ہو رہا ہے' یہ تو آج ہی کا ہلال ہے۔''

[عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِي قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ قَالَ تَرَائَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالَ فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا اِنَّا رَاَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ اَيَّ لَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ؟ قَالَ قُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةِ رَاَيْتُمُوْهُ[۸۸]

''ابوالبختریؒ (تابعی) سے مروی ہے' کہا ہم لوگ عمرہ کے لیے چلے' جب مقامِ بطن نخلہ میں پہنچے تو ہلال دیکھا' بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تو پرسوں کا ہلال ہے' اور بعض نے کہا کل کا ہے۔ پھر ہم ابن عباسؓ سے ملے اور واقعہ بیان کیا' انہوں نے فرمایا اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم لوگوں نے کس رات ہلال دیکھا ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا فلاں رات (یعنی ۳۰ کو) ہم نے ہلال دیکھا۔ پھر ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے رؤیت ہلال کی مدت مقرر فرمائی (ہلال کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں فرمایا) لہٰذا یہ ہلال جس رات تم لوگوں نے دیکھا اسی کا مانا جائے گا۔''

حاصل کلام یہ کہ جب اُفق اعظم گڑھ پر وقت مقررہ میں ہلال کا وجود ہو چکا تو اب اس کے آگے مغرب میں جہاں تک بھی چلے جایئے کوئی ملک' شہر اور بستی ایسی نہ ہوگی جس کے اُفق پر ہلال کا وجود نہ ہو۔ یہ اور بات ہے کہ عارضی موانع سے وہاں کے باشندے نہ دیکھ سکیں۔ اسی کو اختلافِ رؤیت کہتے ہیں۔ اب اگر ہلال کا صحیح ثبوت مل جائے تو حکم شرع نافذ کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ یہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اہل مشرق کی رؤیت سارے کے سارے مغرب والوں کے حق میں ہلال کا قطعی ثبوت بہم پہنچاتی ہے۔ اس لیے اگر مشرق سے ثبوتِ ہلال کی صحیح سند مل جائے تو بلاشبہ شرعی احکام نافذ ہوں گے' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہلال کا چھوٹا بڑا ہونا کوئی چیز نہیں' ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔

اب ہم اختلافِ مطالع کی بحث سمجھانا چاہتے ہیں' بس پھر وہیں سے حساب شروع کیجئے' جبکہ اُفق اعظم گڑھ پر ۶ بجنے سے چند سیکنڈ پہلے چاند سورج

(۸۸) صحیح مسلم' جلد ۱' ص ۳۴۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے ''۱۳'' درجے دور' قوس الرویۃ پر پہنچ کر ہلالی شکل میں نمودار ہوا۔ اب ذرا اعظم گڑھ سے مشرق میں چلیے مگر ''۱۲'' درجہ سے زیادہ نہیں' جیسے پٹنہ' بھاگلپور' ڈھاکہ' سلہٹ' منی پور (آسام)' جب اعظم گڑھ میں ظہورِ ہلال ہوا تو وہ ہلال ان سب شہروں کے باشندوں کے اُفق کے اوپر ہے' علی الترتیب ان لوگوں کا ہلال ان کے اُفق سے قریب اور قریب تر ہونے کی وجہ سے ان کو نہ دکھائی دے گا۔ منی پور ان سب شہروں میں سب سے دور اور اعظم گڑھ سے ''۱۰'' درجہ ۴۵ دقیقے فاصلہ پر ہے۔ ان کا ہلال تو بس اُفق سے اتنا قریب ہوگا کہ صرف ۵ منٹ باقی رہ کر اُفق سے غروب ہو جائے گا۔ اب ان شہروں کے باشندوں کو اگر ہلال کا صحیح ثبوت پہنچ جائے تو احکام شرعی نافذ ہوں گے' اور یہ حکم ہماری تقریبی ''۱۲'' درجہ قوس الرویۃ کی بنا پر اعظم گڑھ سے ''۱۲'' درجہ مشرق تک عائد ہوگا اور بس۔

اچھا اب ''۱۲'' درجہ سے بڑھ کر تیرہویں درجہ پر کھڑے ہو جایئے۔ اب چونکہ اعظم گڑھ میں ہلال ''۱۲'' درجہ بلند ہے اور آپ اعظم گڑھ سے ''۱۲'' درجہ مشرق کو ہٹ کر تیرہویں درجہ پر قدم رکھ چکے ہیں اس لیے چاند قوس الرویۃ پر پہنچنے کے ساتھ ہی آپ کے افق سے نیچے ہوگا۔ مثال میں شہر برما جو ''۹۷'' درجہ طول البلد پر اور اعظم گڑھ سے ''۱۳'' درجہ ۴۷ دقیقہ مشرق کو ہے' لے لیجئے۔ جب افق اعظم گڑھ سے ظہورِ ہلال ہوا تو برما کے افق سے ایک درجہ ۴۷ دقیقے نیچے پہنچ چکا ہے۔ اب باشندگانِ برما کے لیے رؤیت ہلال کسی بھی آلے اور رصد سے ممکن نہیں۔ بس یہی اختلافِ مطالع ہے۔ اعظم گڑھ کے مطلع پر ہلال ہے اور اہل برما کا مطلع ہلال سے خالی ہے۔ اب جتنا بھی مشرق (ہانگ کانگ' ٹوکیو' واشنگٹن) میں چلے جایئے رؤیتِ ہلال کسی کے لیے ممکن نہیں ہے' کیونکہ ان کے مطالع ہلال سے خالی ہیں۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اہل مغرب کی رؤیت کا تمام مشرق والوں کے حق میں ہلال ثابت کر دینا ضروری نہیں ہے' بلکہ صرف ''۱۲'' درجہ مشرق (ہماری تقریبی قوس الرؤیۃ) تک یہ حکم قطعی طور سے لگایا جا سکتا ہے اور اس کے بعد نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اختلافِ مطالع کی تحقیق کے لیے اوسطاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''۱۲'' درجہ (ہماری تقریبی قوس الرؤیۃ) کا فصل ضروری ہے' جس کا فاصلہ ۸۳۳ میل ہوتا ہے''۔(۸۹)

اختلافِ مطلع کے باب میں ایک اہم سوال رہ جاتا ہے کہ اختلافِ مطلع کی حدود کا اعتبار کس بنیاد پر کیا جائے؟ کیا اس کے لیے کوئی ضابطہ ہے جسے علماء یا ذمہ داران کے سامنے رکھا جائے؟

کیونکہ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ رؤیت کے لیے مطلع کا اعتبار کیا جائے گا تو اس میں ایک مشکل یہ پیش آتی ہے کہ ہر شخص اور ہر عالم یا ہر حاکم یہ نہیں جانتا کہ جس مقام پر رؤیت ہلال کا ثبوت ہوا ہے وہاں مطلع کی حد کیا ہے؟ اس لیے ضروری ہے کہ اس معاملے کو کسی ضابطے کے تحت لایا جائے' تاکہ جب بھی کسی جگہ رؤیت ہلال کا ثبوت ہو وہاں کے لوگ یا کم از کم اس کے اردگرد رہنے والے اہل علم یہ جان لیں کہ فلاں فلاں علاقوں کے لیے فلاں علاقے کی رؤیت معتبر ہے اور فلاں فلاں جگہ کے لیے معتبر نہیں ہے۔(۹۰)

اس سلسلے میں راقم سطور کی رائے ہے کہ ہر ملک میں اہل علم اور اہل فن دونوں کے مشورے سے کوئی قرارداد پاس کی جائے اور جگہ جگہ مراکز میں موجود ذمہ دار حضرات تک یہ بات پہنچادی جائے۔ خوش قسمتی سے ہمارے ہندو پاک کی سرزمین اس قسم کے اہل فکر ونظر سے خالی نہیں ہے۔

سردست میرے سامنے دو رائیں قابل قبول ہیں جنہیں آپ لوگوں کے سامنے رکھ رہا ہوں' اس کی روشنی میں اہل علم کسی ایک نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں' اور یہ دونوں رائیں اس کے علاوہ ہیں جس کا ذکر مولانا اعظمی کے بیان میں ابھی ابھی گزرا۔ اس طرح کل تین صورتیں سامنے آتی ہیں۔ واضح رہے کہ رابطہ عالم اسلامی کے تحت کام کرنے والی کمیٹی ''مجمع الفقه الاسلامی'' میں یہ موضوع بار بار پیش ہو چکا ہے' جس

---

(۸۹) فتاویٰ ثنائیہ' ج۱' ص ۶۷۰ اور اس کے بعد۔

(۹۰) مجلة مجمع الفقهی الاسلامی' عدد ثانی' جزء ثانی' ص ۹۰۱' ۹۰۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

پہلی رائے: رابطہ عالم اسلامی کی ''مجمع الفقه الاسلامی'' کے دورۂ ثانیہ میں ڈاکٹر محمد عبداللطیف الفرفور نے اختلافاتِ مطلع اور اس کی شرعی حیثیت سے متعلق ایک طویل مقالہ پیش کیا' جس کے آخر میں اپنی یہ رائے پیش کی کہ سارے عالم کو تین بڑے علاقوں (ZONES) میں تقسیم کردیا جائے اور علاقے کی رؤیت اس پورے علاقے کے لیے ثابت مانی جائے۔

(۱) براعظم امریکہ ایک زون' اس میں امریکہ جنوبیہ' شمالیہ' اور کینیڈا' برازیل اور اس علاقے کے تمام جزیرے شامل ہیں۔

(۲) مغربِ اقصیٰ سے لے کر جزیرۂ عربیہ ایک زون' جس میں بلادِ شام' مصر' سوڈان وغیرہ تمام علاقے شامل ہیں۔

(۳) خلیج عربی سے جاپان ایک زون' اس میں جاپان اور اس کے اردگرد کے جزیرے شامل ہیں۔

دوسری رائے: مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیلانی رحمہ اللہ اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ''مطلع کی حدود'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ علم ہیئت کی رو سے آس پاس کے علاقے کی حدود کیا ہیں؟

اگر چاند بالکل ہمارے سر پر چمک رہا ہو تو اسے ہم ''۹۰'' درجہ کے زاویہ کی بلندی قرار دیتے ہیں۔ یہ چاند سات دنوں میں مغربی اُفق سے نصف آسمان تک پہنچا ہے۔ گویا یہ سات دن میں ''۹۰'' درجے کا فاصلہ طے کر کے آیا ہے۔ چونکہ ہر گول چیز کے ''۳۶۰'' درجے قرار دیے گئے ہیں لہٰذا چاند کا آسمان پر درجوں کے حساب سے فاصلہ اور ہمارا زاویۂ نگاہ ایک ہی بات ہے۔

بالکل ایسی ہی صورت حال زمین کے درجات طول البلد کی ہے۔ ایک ہی طول البلد پر واقع تمام شہروں یا ملکوں کا چاند و سورج دونوں کے حساب سے مطلع ایک ہی ہوتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مقام (الف) پر ہلال ''۸۱''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



درجے زاویہ بلندی پر مشاہدہ کیا گیا تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

(۱) یہ ہلال سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ بعد غروب ہوگا اور شفق کی وجہ سے نماز مغرب کے بعد ہی نظر آسکتا ہے۔

(۲) مغرب میں اس چاند کا مطلع غیر محدود ہے اور مغربی مقامات میں اس کا نظر آنا بہر حال یقینی ہے۔

(۳) مشرق میں اس کے مطلع کی حد ''۵'' درجے مزید طول البلد مشرقی کا فاصلہ ہوگا' کیونکہ ''۱۳'' درجہ کا چاند نظر نہیں آتا۔

''۵'' درجے مشرق میں واقع مقام (ب) پر یہ چاند نظر آئے گا۔ اور پانچ درجے طول البلد کا سیدھا شرقاً غرباً فاصلہ:

(الف) خط استواء پر 69,1/2x5 میل ہوگا =346 میل سیدھا مشرق کو۔

(ب) خط جدی یا سرطان پر 5x67=335 میل سیدھا مشرق کو ہوگا۔

(ج) ''66,1/2'' درجے جدی یا خط سرطان پر تقریباً 5x46=230 میل سیدھا مشرق کو ہوگا۔

(د) ''66,1/2'' درجے کے اوپر کے مقامات پر رؤیت ہلال پر ایک دم بہت زیادہ اثر پڑ جاتا ہے۔

یہی وہ فاصلہ ہے جسے ایک مطلع کی حد شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس میں وہ فاصلہ بھی شامل ہے جن لوگوں نے یہ نیا چاند دیکھ لیا ہے' اور وہ فاصلہ بھی جہاں کے لوگ اسے دیکھ سکتے ہیں۔

مطلع کی حدود کے متعلق ائمہ سلف کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے' لیکن آج کل طول البلد کے تعین اور اس کے مطابق معیاری وقت کے تعین نے اس مسئلہ کو کافی حد تک حل کر دیا ہے۔ کئی اسلامی ممالک میں سارے ملک میں معیاری وقت ایک ہی ہوتا ہے' خواہ اس کا فاصلہ ''۱۵'' ڈگری طول البلد سے زیادہ ہو۔ مثلاً سعودی عرب ''35'' درجے سے ''56'' درجے طول البلد شرقی یعنی ''21'' درجے پر پھیلا ہوا ہے' لیکن ملک بھر میں ان کا معیاری وقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک ہی ہے' یعنی گرینچ ٹائم سے تین گھنٹے پہلے۔ رؤیتِ ہلال کے لیے حکومت کمیٹی مقرر کر دیتی ہے جو شہادات کی توثیق کے بعد رؤیت ہلال کا اعلان کر دیتی ہے اور اس کو پورے ملک کی رؤیت قرار دے دیا جاتا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت نے ملک بھر کے لیے ایک ہی مطلع قرار دے کر اختلاف کو ختم کر دیا ہے۔

ایسی ہی صورتحال بھارت میں ہے' جس کا طول البلد ''70'' تا ''89'' یعنی ''19'' درجے ہے۔ وہاں بھی ایک ہی معیاری وقت ہے اور وہاں کی رؤیت بھی ملک بھر کے لیے ایک ہی رؤیت ہے۔ البتہ چند ممالک ایسے بھی ہیں جو بہت زیادہ درجوں پر پھیلے ہوئے ہیں' مثلاً چین' روس اور کینیڈا' ان کے مختلف علاقوں میں معیاری وقت بھی الگ ہیں اور اسی طرح مطالع بھی''۔ (۹۱)

www.KitaboSunnat.com

(۹۱) الشمس والقمر بحسبان' مجلة الدعوة' جلد ٤' [illegible] ١٢' ص ٨٣۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فصل سوم

## وحدتِ رؤیت

پچھلی بحث سے واضح ہوگیا ہے کہ مسلمانوں کے دینی و دُنیوی معاملات قمری مہینوں سے مربوط ہیں اور قمری مہینوں کی صحیح معلومات کا ذریعہ رؤیت ہلال ہے۔ اس لیے شریعت نے رؤیتِ ہلال کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے قول و عمل میں رؤیت ہلال کی ترغیب اور اس کی تاکید پائی جاتی ہے۔ لہٰذا قمری مہینوں کی ابتدا اور انتہا میں صرف رؤیت ہلال پر اعتماد کیا جائے گا۔

رؤیت ہلال کے بارے میں یہ بھی ایک علمی حقیقت ہے کہ اختلافِ مطلع امر واقع ہے اور یہ چیز صرف علمی حقیقت ہی نہیں بلکہ ایک بدیہی امر ہے۔ اسی لیے علمائے اُمت متفقہ طور پر اختلافِ مطلع کو تسلیم کرتے ہیں۔

مذکورہ امور کے بارے میں سرسری معلومات حاصل کر لینے کے بعد اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دینی معاملات خصوصاً روزہ، عید، حج اور قربانی وغیرہ کے بارے میں وحدتِ رؤیت کا اعتبار ہے یا نہیں؟ یعنی اگر دنیا کے کسی گوشے میں چاند نظر آ گیا تو یہ رؤیت تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے کافی ہوگی یا ہر شہر و ملک والوں کو اپنی اپنی رؤیت کا اہتمام کرنا ہوگا؟

اس فصل میں یہی چیز زیر بحث آئے گی، بلکہ یہی مقالہ کا اصل موضوع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# وحدتِ رؤیت سے متعلق مختلف اقوال کا اجمالی بیان

بنیادی طور پر اس سلسلے میں علماء کے دو قول ہیں:

اول: اختلافِ مطلع ایک علمی حقیقت ہے' لیکن صوم و افطار میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا' بلکہ ایک جگہ کی رؤیت ساری دنیا کے لیے کافی ہوگی' اس خیال کے علماء میں سوادِ اعظم کی رائے یہ ہے کہ دنیا کے کسی حصہ میں اگر چاند ہوگیا تو سارے عالم کے لیے یہ رؤیت کافی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے۔(۹۲)

بعض متأخرین کا کہنا ہے کہ سارے عالم کے لیے اہل مکہ کی رؤیت کا اعتبار ہوگا۔ علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے اس رائے پر بہت زور دیا ہے۔(۹۳)

دوم: وحدتِ رؤیت کا نظریہ صحیح نہیں ہے' بلکہ مسافت کے لحاظ سے رؤیت ہلال میں فرق کا واقع ہونا ایک بدیہی امر ہے۔ پھر کتنی مسافت تک وحدتِ رؤیت کا اعتبار ہوگا اور اس کے بعد نہیں؟ اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

۱) جن علاقوں کا مطلع ایک ہوگا وہاں تک وحدتِ رؤیت کا اعتبار ہوگا اور اگر مطلع کا فرق واقع ہوگیا تو اختلافِ رؤیت ناگزیر ہے۔

امام ابن عبد البر' امام خطابی' شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ' امام نووی رحمہم اللہ اور محققین کی ایک بڑی جماعت کا یہی مسلک ہے' بلکہ کاتب مقالہ کی تحقیق کے مطابق جمہور محدثین اور شارحین حدیث اسی طرف گئے ہیں۔(۹۴)

۲) جتنی مسافت تک بغیر کسی مانع کے رؤیتِ ہلال ممکن ہو وہاں تک کے لیے وحدتِ رؤیت کا اعتبار ہوگا' اس کے بعد نہیں۔

امام سرخسی کا یہی قول ہے۔(۹۵)

---

(۹۲) تمام المنة صفحه ۳۹۸۔

(۹۳) دیکھئے علامہ مرحوم کا رسالہ اوائل الشهور العربية' ص ۲۱۔

(۹۴) التمهيد' ج ۱۴' ص ۳۵۸۔ الاختيارات الفقهية' ص ۱۰۶۔ المجموع: ۲۲۷/۶۔

(۹۵) فتح الباري' ج ۴' ص ۱۲۳۔ المرعاة' ج ۶' ص ۴۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ قول اس سے قبل مذکور قول یعنی اختلافِ مطلع کے قریب قریب ہے' صرف تعبیر کا فرق ہے اور اسی معنی میں قدیم علماء کا یہ قول بھی ہے کہ: [لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ] واللہ اعلم!

۳) مسافت قصر تک وحدتِ رؤیت کا اعتبار ہوگا' اس کے بعد نہیں۔

یہ مسلک خراسان کے علمائے شافعیہ اور بعض حنابلہ کا ہے۔(۹۶)

۴) ایک اقلیم [علاقہ' صوبہ] میں وحدتِ رؤیت کا اعتبار ہوگا' البتہ ایک اقلیم کی رؤیت کسی دوسرے اقلیم میں معتبر نہیں ہوگی۔

احناف میں حسین بن علی الصیمری (م ۴۳۶) اور بعض فقہائے شافعیہ کا یہ قول ہے۔(۹۷)

۵) ایک امام کے زیرِ تصرف شہروں کے لیے وحدتِ رؤیت معتبر ہوگی' اس کے علاوہ نہیں۔

مشہور مالکی فقیہہ و امام عبدالملک بن الماجشون کا یہی قول ہے۔(۹۸)

فقیہہ عصر علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اجتماعی ناحیہ سے اسے قوی قرار دیا ہے۔(۹۹)

۶) اگر دو شہروں میں اتنا فاصلہ ہے کہ مثال کے طور پر ایک شہر میں ظہر کا وقت ہے تو دوسرے شہر میں عصر کا وقت' یعنی ایک شہر میں ایک نماز کا وقت داخل ہوا تو دوسرے شہر میں دوسری نماز کا وقت داخل ہو گیا تو وحدتِ رؤیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔(۱۰۰)

۷) رات ہی رات میں جہاں تک خبر پہنچائی جا سکے وہاں تک وحدت رؤیت کا اعتبار ہوگا' اس کے بعد نہیں۔(۱۰۱)

---

(۹۶) العلم المنثور' ص ۲۸۔ المجموع' ج٦' ص ۲۲۷' فتح العلام' ۱٦/٤۔

(۹۷) المجموع' ج٦' ص ۳۳۷۔ فتح الباری' ج٤' ص ۱۲۳۔ العلم المنثور' ص ۲۷

(۹۸) طرح التثریب' ج٤' ص ۱۱٦۔ العلم المنثور' ص ۳۷

(۹۹) الشرح الممتع' ج٦' ص ۳۲۳۔

(۱۰۰) مجلة الاعتصام' ج٤۷' عدد ۳

(۱۰۱) الشرح الممتع' ص ۳۲٦۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# اقوال کا تفصیلی بیان اور دلائل کا جائزہ

## وحدتِ رؤیت کے دلائل:

واضح رہے کہ وحدتِ رؤیت پر کوئی صریح دلیل قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے' صرف بعض آیات واحادیث کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے' ذیل میں ان دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

### ۱) قرآن سے دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ (البقرۃ: ۱۸۵)

''تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے وہ اس کا روزہ رکھے۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں خطاب تمام اُمت کو ہے اور صرف مہینہ پالینے یا چاند دیکھ لینے کو روزہ رکھنے کی علت قرار دیا ہے۔ نہ تو کسی خاص قوم کو مخاطب کیا ہے اور نہ کسی علاقے کو مخصوص کیا ہے' بلکہ ایک حکم عام ہے جس کے مخاطب تمام دنیا کے مسلمان ہیں۔ پھر جب یہ امر متفق علیہ ہے کہ مسلمانوں کے ہر ہر فرد کا چاند دیکھنا شرط نہیں ہے بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ چاند ظاہر ہونے کی خبر پہنچ جائے' اس لیے اُمت کے جس جس فرد تک یہ خبر پہنچے گی ان پر روزہ رکھنا یا افطار کرنا فرض ہوگا۔

اس استدلال پر ایک شدید اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے کے وجوب کو رؤیت ہلال یا ۳۰ دن کی گنتی کے بعد دخولِ شہر سے معلق کیا ہے خواہ یہ رؤیت حقیقی ہو یا حکمی' یعنی ایک مسلمان خود چاند دیکھے یا جس جگہ وہ رہتا ہے' وہاں کے رہنے والوں میں سے کوئی چاند دیکھے۔ پہلی صورت میں تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے حقیقت میں چاند دیکھا ہے اور دوسری صورت میں کہا جائے گا کہ وہ چاند دیکھنے کے حکم میں ہے' یعنی اگر کوئی ظاہری رکاوٹ نہ ہوتی تو وہ شخص بھی فی الواقع چاند دیکھ لیتا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شخص جو کسی ایسی جگہ رہ رہا ہے جہاں مطلع کے اختلاف یا کسی اور سبب سے چاند ظاہر ہی نہیں ہوا تو وہاں نہ ہی رؤیتِ ہلال حقیقی ہے اور نہ حکمی ہے' پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ شخص ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ کے حکم میں داخل ہے جبکہ اس کے لیے نہ تو دخولِ شہر حقیقی ہے اور نہ حکمی۔

ثانیاً: اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کا عمل اس کے خلاف رہا ہے' کیونکہ آپ ﷺ کی زندگی میں ۹ مرتبہ رمضان آیا لیکن کسی بھی رمضان سے متعلق بسند صحیح یا ضعیف یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی رؤیت کی خبر لوگوں کو بھیجی ہو' یا دوسرے علاقوں کی رؤیت سے متعلق لوگوں سے سوال کیا ہو۔ یہی عمل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا بھی رہا ہے۔ اس لیے یہ سوچنے کی بات ہے کہ ایک ہی جگہ کی رؤیت اگر ہر جگہ کے لیے کافی ہوتی تو دُور دُور تک اس خبر کو پہنچانے کا اہتمام ہوتا یا آنے والی اُمت کے لیے اس کا صریح حکم دیا جاتا۔(۱۰۲)

ثالثاً: متعدد واقعات سے پتا چلتا ہے کہ عہد صحابہ اور تابعین میں بعض علاقوں میں چاند کا ثبوت ہوتا تھا اور بعض دوسرے علاقوں میں نہیں ہوتا تھا' جس کی اطلاع دوسروں تک پہنچتی بھی تھی' لیکن کسی صحابی و تابعی نے لوگوں کو فوت شدہ روزوں کی قضا کا حکم نہیں دیا۔(۱۰۳)

## ۲) حدیث سے دلیل:

(ا) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا' وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا' فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ))(۱۰۴)

''جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو افطار کرو۔ پھر اگر تم پر بادل چھا جائیں تو اندازہ کر کے تیس کی گنتی پوری کرو۔''

(۱۰۲) تبیان الادلة' ص ۷۔ معرفة اوقات العبادات' ج۲' ص ٤٦

(۱۰۳) مجموع الفتاویٰ' ج۲۵' ص ۱۰۸ نیز دیکھئے التمهید: ۱٤/۳۵۸۔

(۱۰۴) متفق علیه عن ابن عمر' تخریج گزر چکی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وجہ استدلال تقریباً وہی ہے جو اس سے قبل گزر چکی ہے' یعنی اس حدیث میں خطاب عام اُمت کو ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صرف اہل مدینہ کو خطاب نہیں فرمایا بلکہ تمام مسلمانوں سے خطاب کیا ہے' اس لیے اگر کسی جگہ رؤیت ہلال ثابت ہو جائے تو تمام لوگ اس کے مکلّف ہوں گے۔ (۱۰۵)

اس دلیل پر بھی وہی اعتراضات وارد ہوتے ہیں جو اس سے قبل دلیل پر وارد کیے گئے' یعنی اس حدیث کے مخاطب وہی لوگ ہیں جن کے نزدیک حقیقۃً یا حکماً رؤیت ہلال کا وجود ہوا ہے' اور جہاں کے لوگ حکماً یا حقیقۃً رؤیت ہلال سے مشرف نہیں ہوئے ان کے اوپر یہ حکم کیسے لگ سکتا ہے؟ جس طرح کہ کسی شہر میں جمعہ کی اذان ہو تو وہاں کے لوگوں پر جمعہ کی حاضری ضروری ہوگی' لیکن وہ شہر جہاں ابھی جمعہ کا وقت ہوا ہی نہیں انہیں جمعہ کے لیے حاضری کا مکلّف کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ اس لیے حق یہ ہے کہ یہ حدیث اور اس طرح کی تمام حدیثیں عام ہیں جنہیں اختلافِ مطلع میں مذکور دلائل سے خاص کیا گیا ہے۔

(ب) مشہور تابعی حضرت ربعی بن حراش ایک صحابی (۱۰۶) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار مدینہ منورہ میں رمضان کے آخر میں اختلاف ہوا [ چونکہ مطلع صاف نہیں تھا اس لیے آپس میں گفتگو اور گفتگو میں متضاد باتیں ہونے لگیں ] اتفاق سے دو صحرانشین آئے اور اللہ کا نام لے کر شہادت دی کہ کل شام کو انہوں نے چاند دیکھا ہے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ روزہ افطار کر دیں اور کل' دوسرے دن' عیدگاہ کی طرف نکلیں۔ (۱۰۷)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ منورہ سے باہر کی رؤیت پر

---

(۱۰۵) مجموع فتاوی شیخ ابن باز' ج ۱۵' ص ۷۹۔ معرفة اوقات العبادات' ج ۲' ص ۵۰۔

(۱۰۶) ان صحابی کا نام ابو مسعود عقبہ بن عامر البدری ہے' جیسا کہ مستدرک الحاکم میں اس کی صراحت موجود ہے' ج ۱' ص ۳۹۷۔

(۱۰۷) سنن ابو داؤد: ۲۳۴۰ الصوم' مسند احمد: ۵/ ۳۶۲ و ۴/ ۳۱۴' سنن الدارقطنی ۳/ ۱۶۹' امام دارقطنی لکھتے ہیں: هذا اسناد حسن ثابت' نیز دیکھیے صحیح ابو داود ۳/ ۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اعتماد کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ بھی مقبول اور قابلِ حجت ہے۔

اس استدلال پر اعتراض یہ ہے کہ شام کے وقت چاند دیکھنا اور پھر دوسرے دن چاشت کے وقت مدینہ منورہ پہنچ جانا کوئی ایسی مسافت نہیں ہے جس کی بنیاد پر مطلع کا فرق پڑ جائے اور نہ ہی یہ دوری کوئی ایسی دوری ہے جسے عرف میں دوری کہا جائے' بلکہ یہ تو صرف چند میل کا فاصلہ رہا ہوگا' کیونکہ اُس زمانے کے مسافر عادۃً رات کے آخری حصے میں پڑاؤ ڈالتے تھے۔ اس لیے حقیقت میں یہ حدیث وحدتِ رؤیت پر نہیں بلکہ کسی اور مسئلے پر دلیل ہے۔ یعنی اگر کسی علاقے میں بدلی کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے' پھر دوسرے دن کسی قریبی علاقے سے چاند ہونے کی تصدیق ہو جائے تو اس رؤیت کا اعتبار ہوگا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

(ج) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار رؤیتِ ہلال کے لیے باہر نکلے' سامنے سے ایک سوار آتا نظر آیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا: ملک شام سے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا: کیا تم نے چاند دیکھا؟ اُس نے ''ہاں'' میں جواب دیا۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''الله اکبر یکفی المؤمنین أحدھم ''یعنی'' مسلمانوں کے لیے ایک آدمی کا چاند دیکھ لینا کافی ہے۔''(۱۰۸)

وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی رؤیت کو تمام مسلمانوں کی رؤیت قرار دیا' اختلافِ مطلع یا کسی اور فرق کا ذکر نہیں کیا' بلکہ سیاقِ حدیث سے ظاہر ہے کہ اس شخص نے مدینہ منورہ سے دور کہیں چاند دیکھا تھا۔

اس استدلال پر اعتراض یہ ہے کہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے' کیونکہ اس حدیث کی سند کے ایک راوی عبد الاعلیٰ الثعلبی پر علماء نے کلام کیا ہے' بلکہ ابن ابی حاتم اور امام نسائی وغیرہ نے اسے ناقابل حجت قرار دیا ہے۔(۱۰۹) نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت

(۱۰۸) مسند احمد ۱ / ۲۹۔ مسند ابی یعلی | المقصد العلی' ص ۴۷۷ نمبر ۵۰۰ | سنن الدار قطنی ۲ / ۱۶۸، ۱۶۹۔ الفاظ ابویعلیٰ کے ہیں۔

(۱۰۹) تہذیب التہذیب ۶ / ۵۴۔۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنے والے راوی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔(۱۱۰) ثانیاً اس حدیث میں کہیں دور دراز علاقے کی شہادت کا ذکر نہیں ہے۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رؤیتِ ہلال کے لیے نکلے تو اسی وقت ایک مسافر آتا دکھائی دیا جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے پہلے چاند دیکھ لیا تھا۔ واللہ اعلم!

(۵) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

((اَلصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُونَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُونَ وَالْأَضْحٰى يَوْمَ تُضَحُّونَ))(۱۱۱)

''روزے کا وہ دن ہے جس دن تم لوگ روزہ رکھو' اور افطار کا وہ دن ہے جس دن تم سب روزہ افطار کرو' اور قربانی کا دن وہ ہے جس دن تم سب لوگ قربانی کرو۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں تمام مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ تمہارے روزہ رکھنے' عید منانے اور قربانی کرنے کا دن ایک ہونا چاہیے۔(۱۱۲)

اس استدلال پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ:

**اولاً:** یہ ایک حکم عام ہے جس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کے یہاں شرعی رؤیت کی بنیاد پر روزہ کا دن یعنی یکم رمضان' عید کا دن یعنی یکم شوال اور قربانی کا دن یعنی دسویں ذی الحجہ کا وجود ہو جائے' اور جس علاقے یا ملک والوں کے یہاں شرعی طور پر یعنی رؤیت ہلال کے ذریعے ابھی تک رمضان کا مہینہ داخل نہیں ہوا بلکہ ابھی شعبان کی ۲۸ یا ۲۹ تاریخ ہے' اسی طرح رمضان کی ۲۸ یا ۲۹ تاریخ ہے اور ذی الحجہ کی ۸ یا ۹ تاریخ ہے' تو انہیں رمضان کے روزے' عید اور دسویں ذی الحجہ کی قربانی کا مکلّف کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ روزہ افطار کی اجازت سورج ڈوبنے پر

(۱۱۰) دیکھئے التعلیق المغنی ۳ / ۱٦۹۔ تحقیق المسند ۱ / ۳۲٤۔

(۱۱۱) سنن ابی داؤد: ۲۳۲٤ الصوم۔ سنن الترمذی: ٦۹۷ الصوم۔ سنن ابن ماجہ: ۱٦٦۰ الصیام بروایت ابو ھریرۃ' الفاظ سنن الترمذی کے ہیں۔

(۱۱۲) مجموع فتاویٰ شیخ ابن باز' ج ۱۵' ص ۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دی گئی ہے، روزہ دار کے لیے کھانے اور پینے سے رک جانے کا حکم طلوع فجر پر دیا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ حکم صرف انہی لوگوں پر لاگو ہوگا جن کے یہاں سورج ڈوب جائے یا فجر طلوع ہو جائے' اور جن کے یہاں سورج نہ ڈوبے اور فجر طلوع نہ ہو وہ اس حکم کے مکلّف نہیں ہوں گے۔ بعینہٖ اسی طرح جن علاقوں میں رمضان نہیں داخل ہوا اور نہ ہی شوال کا چاند دکھائی دیا وغیرہ انہیں اس عام حکم کا مکلّف کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ غور کریں' کیا شریعت میں اس کی کوئی اور مثال ہے جس پر اسے قیاس کیا جاسکے؟

ثانیاً: شارحینِ حدیث نے اس حدیث کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ اس سے قطعاً مختلف ہے' چنانچہ میری معلومات کی حد تک اس حدیث کی توجیہہ وتشریح میں علماء کے دو قول ہیں۔

**قول اوّل**: روزہ' قربانی' حج اور عید وغیرہ مسلمانوں کے ایسے معاملات ہیں جن کے اندر کسی کو انفرادی فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے' بلکہ تمام اہل شہر' اہل ملک اور مسلمانوں کی جماعت کے اجتماعی فیصلے کو مدّ نظر رکھنا چاہیے۔ علیٰ سبیل المثال اگر کوئی شخص شوال کا چاند دیکھتا ہے' اسے اپنے دیکھے پر یقین بھی ہے لیکن چونکہ اس کا کوئی ساتھی نہیں ہے جو چاند دیکھنے میں اس کی تائید کرے' اس لیے حاکم وقت یا شہر کا قاضی یا عام مسلمان اس کی رؤیت کی تصدیق نہیں کرتے' تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اکیلے ہی عید منانے چل نکلے' بلکہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ہی اسے عید منانی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کرسکتا ہے کہ وہ اپنے طور پر روزہ نہ رکھے اور افطاری کا اعلان بھی نہ کرے۔ اگر حاکم یا قاضی یا عام مسلمان اس کی شہادت ردّ کرنے میں اجتہاد سے کام لیتے ہیں تو اس غلطی پر ان کی گرفت نہیں ہے۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے لیے باب منعقد کرتے ہیں: [باب ما جاء ان الفطر یوم تفطرون والأضحی یوم تضحون] پھر اوپر ذکر شدہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفسر بعض اهل العلم هذا الحديث فقال: انما معنى هذا الصوم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والفطر مع الجماعة وعظم الناس۔(۱۱۳)

یعنی روزہ اور افطار مسلمانوں کی جماعت اور سب لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔

مشہور محدث علامہ ابوالحسن سندھی رحمہ اللہ اس حدیث پر حاشیہ لگاتے ہیں:

''ظاہر میں اس حدیث کا معنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان معاملات میں افراد کا کوئی دخل نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ ان امور میں تفرد سے کام لے' بلکہ یہ تمام امور امام وقت اور مسلمانوں کی جماعت کے حوالے ہیں۔ بنابریں اگر کسی شخص نے چاند دیکھا لیکن امام وقت نے اس کی گواہی رد کر دی تو اس کے اوپر واجب ہے کہ اس بارے میں مسلمانوں کی جماعت کی پیروی کرے''۔(۱۱۴)

**قول ثانی**: جن معاملات میں اجتہاد کرنے کی گنجائش ہو اور اجتہاد کے باوجود غلطی ہو جائے تو اللہ کی طرف سے اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے' مثلاً لوگوں نے چاند دیکھنے کی پوری کوشش کی لیکن چاند دکھائی نہ دیا' نتیجۃً مسلمانوں نے شعبان کی تیس کی گنتی پوری کر کے روزہ رکھا' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ شعبان کا مہینہ اصل میں انتیس دن ہی کا تھا اور لوگوں سے چاند دیکھنے میں غلطی ہوئی ہے تو ایسی صورت میں نہ تو ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی ایک روزے کی قضا واجب ہے' بشرطیکہ رمضان کا مہینہ کم از کم انتیس دن کا مکمل ہو۔ بعینہٖ اسی طرح مسلمانوں نے ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کی کوشش کی لیکن کسی وجہ سے چاند نظر نہ آیا' جس کے نتیجہ میں لوگوں نے عرفہ کے میدان میں ۹ ذی الحجہ کے بجائے ۱۰ ذی الحجہ کو قیام کیا' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ دراصل عرفہ میں قیام ایک دن پہلے ہونا چاہیے تھا' تو اس قسم کی غلط فہمی کی وجہ سے حج متأثر نہ ہوگا' بلکہ ان کا حج مکمل اور بالکل صحیح شمار ہوگا۔ چنانچہ ایک مشہور تابعی حضرت مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں

(۱۱۳) سنن الترمذی ج۳' ص ۸۰۔ علامہ بدیع الزمان نے اس باب کا ترجمہ کیا خوب کیا ہے: باب اس بیان میں کہ عید الفطر اور اضحیٰ جب ہی ہے کہ سب مل کر منائیں۔ سنن ترمذی مترجم ج ۱ ص ۳۶۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: تهذيب السنن لابن القيم وعون المعبود: ج ٤ ص ٤٤٣۔ سبل السلام ج۳ ص۷۳۔ فيض القدير للمناوی ج ٤ ص ۳۲۰۔ اور سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی ج۱ ص ٤٤٣،٤٤٤۔

(۱۱۴) حاشیہ السندی علی سنن ابن ماجہ' ص ۱۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ ایک مرتبہ میں عرفہ کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مسروق کو ستو پلاؤ اور میٹھا زیادہ کرو۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: آج ہم نے صرف اس وجہ سے روزہ نہیں رکھا کہ آج یوم النحر نہ ہو۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اَلنَّحْرُ یَوْمَ یَنْحَرُ النَّاسُ وَالْفِطْرُ یَوْمَ یُفْطِرُ النَّاسُ۔ (۱۱۵)

''قربانی کا دن وہ شمار ہوگا جب سب لوگ قربانی کریں اور افطار [عید] کا دن وہ ہے جب سب لوگ روزہ افطار کریں۔''

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے نزدیک یہی قول راجح ہے' چنانچہ وہ اپنی سنن میں زیر بحث حدیث کے لیے باب منعقد کرتے ہیں:

[باب اذا اخطأ الناس الهلال] (۱۱۶)

''جب چاند دیکھنے میں لوگوں سے غلطی ہو جائے''۔

یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ کسی قوم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی لیکن غلطی ہوگئی [فی الواقع چاند تھا لیکن ابر وغیرہ کی وجہ سے دیکھا نہ جا سکا] اور لوگوں نے تیس کی تعداد پوری کر لی' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ مہینہ ۲۹ دن کا تھا' تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۱۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ بھی اپنی سنن میں باب منعقد کرتے ہیں:

باب القوم یخطئون فی رؤیة الهلال

''باب اس بیان میں کہ اگر لوگ چاند دیکھنے میں غلطی کا شکار ہو جائیں۔''

پھر اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کو بیان کیا ہے۔ (۱۱۸)

---

(۱۱۵) السنن الکبریٰ للبیهقی' ج ٤' ص ۲۵۲۔

(۱۱۶) سنن ابی داؤد' ج ٤' ص ٤٤١ مع عون المعبود۔

(۱۱۷) دیکھئے عون المعبود' ج ٦' ص ٤٤١۔٤٤٢۔

(۱۱۸) السنن الکبریٰ' ج ٤' ص ۳۵۱ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث: "فطرکم یوم تفطرون ◄◄

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کتبِ حدیث کے مشہور شارح امام ابوسلیمان الخطابی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا یہی معنی بیان کیا ہے۔ (۱۱۹) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زیر بحث حدیث وحدت رؤیت کے بارے میں صریح نہیں ہے' بلکہ یہ ایک حکم عام ہے جسے اختلافِ مطلع کے بیان میں مذکور دلائل سے خاص کیا جائے گا۔

## ۳) قیاس سے دلیل:

وحدتِ رؤیت کے مؤیدین ایک عقلی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ وحدت رؤیت کو قبول کر لینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ساری دنیا کے مسلمان، جس طرح جمعہ کی نماز ایک ہی دن میں پڑھتے ہیں اسی طرح ان کے روزے' عید اور قربانی بھی ایک ہی دن میں واقع ہوں گے' جس سے ان کے باہمی اتفاق واتحاد کو تقویت ملے گی' اور اگر مسلمانوں کے اپنے تہوار اور دینی تقریبات مختلف ممالک میں مختلف دنوں میں منائے جائیں تو نہ صرف ان کی وحدت پاش پاش ہوگی بلکہ یہ دوسری قوموں کے سامنے مضحکہ خیز صورتِ حال ہوگی۔ (۱۲۰)

اس عقلی دلیل پر علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے خاص توجہ دی ہے۔ ملک شام کے مشہور فقیہہ شیخ وہبہ الزحیلی نے بھی اپنی کتاب ''الفقہ الاسلامی واَدلتہ'' میں اس دلیل پر

---

◀◀ وأضحاكم يوم تضحون' وكل عرفة موقف' وكل منى منحر' وكل فجاج مكة منحر' وكل جمع موقف'' (رواہ ابوداؤد الصوم۔ البیہقی ۴: ۲۵۱'۲۵۲)

''تمہارے افطار کا دن وہ ہے جس دن تم سب لوگ افطار کرو' اور تمہارا قربانی کا دن وہ سمجھا جائے گا جس دن تم سب لوگ قربانی کرو' پورا میدانِ عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے' پورا منیٰ قربانی کی جگہ ہے اور مکہ کی تمام گلیاں قربانی کی جگہ ہیں اور پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث:

((الفطر يوم يفطر الناس ، والأضحى يوم يضحي الناس)) (سنن الترمذی ۸۰۲ الصوم)

''افطار کا دن [عید کا دن] وہ ہے جب سب لوگ افطار کریں اور قربانی کا دن وہ ہے جب سب لوگ قربانی کریں۔''

(۱۱۹) دیکھئے معالم السنن مع مختصر السنن' ج۳' ص ۲۱۳۔

(۱۲۰) دیکھئے مجلہ الفقہی' عدد ثانی' جزء ثانی' ص ۹۹۱ اور ۹۹۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کافی زور دیا اور ایک ہندوستانی مؤلف نے بھی اسے خوب ابھارا ہے۔(۱۲۱)

اس استدلال پر ایک بڑا اشکال یہ ہے کہ اگر وحدت کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک ہی دن اور ایک ہی تاریخ کو عید منانا صرف مشکل ترین کام ہی نہیں بلکہ محال نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر مملکت سعودیہ عربیہ میں یا اس کے قرب و جوار کے اسلامی ممالک میں چاند کا ثبوت مل جاتا ہے اور وہ ایام گرمی کے ہیں جبکہ سورج ۷ بجے غروب ہوتا ہے' اُس وقت سعودیہ سے مشرق میں واقع بعض ممالک جیسے فیجی اور نیوزی لینڈ وغیرہ میں صبح کے چار یا پانچ بجے ہوں گے' یعنی وہاں کے لوگ فجر کی نماز سے فارغ ہو چکے ہوں گے' کیونکہ دونوں ملکوں کی توقیت میں ۹ اور ۱۰ گھنٹے کا فرق ہے' اور یہ بھی واضح بات ہے کہ موجودہ حالات کے لحاظ سے سعودیہ میں رؤیتِ ہلال کا اعلان ۹ بجے یا ۱۰ بجے رات سے پہلے کم ہی ہو پاتا ہے' کیونکہ عام اعلان کے لیے رؤیت ہلال کا مسئلہ مختلف مراحل سے گزرتا ہے' اولاً مقامی قضاۃ اس کی تحقیق کرتے ہیں' اس کے بعد یہ مسئلہ مجلس قضائے اعلیٰ [سپریم کورٹ] میں شہادتوں کے ریکارڈ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے' پھر مجلس قضائے اعلیٰ اس کے ثبوت اور عدم ثبوت کی بحث کے بعد دیوانِ ملکی میں رپورٹ کرتی ہے اور دیوانِ ملکی منظوری کے بعد بالترتیب مجلس قضا' وزارتِ داخلیہ اور وسائل اعلام کو اطلاع دیتا ہے۔ اس طرح بڑی کوشش کے بعد رؤیتِ ہلال اور اس کے اعلان میں کم از کم دو تین گھنٹے صرف ہوتے ہیں' جبکہ یہ وقت فیجی اور نیوزی لینڈ کے باشندوں کے لحاظ سے چاشت کا وقت ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ لوگ اسی دن اپنی عید کس طرح منا سکتے ہیں یا روزہ کی ابتدا کس طرح کر سکیں گے؟ اور اگر اس دن عید نہیں مناتے اور اپنے روزہ کی ابتدا نہیں کرتے تو جس وحدت کا راگ الاپا جا رہا ہے وہ کیسے پوری ہوگی؟ اور اگر یہی چاند سعودیہ عربیہ سے دُور کسی مغربی ملک میں دکھائی دے تو اوپر ذکر شدہ مشکلات میں اور اضافہ ہو سکتا ہے۔ یہ ایک مثال ہے۔ اگر غور کیا جائے تو وحدتِ رؤیت کو ماننے میں اور بھی بہت سی

(۱۲۱) اوائل الشہور' مکہ مکرمہ کی رؤیت ہلال' ص ۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں' جن کا علاج مدعیانِ وحدتِ رؤیت کے پاس نظر نہیں آتا۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی مرحوم نے اس اشکال کو متعدد مثالوں سے واضح کیا ہے۔ غیر مناسب نہ ہوگا اگر ان کا ایک طویل اقتباس نقل کر دیا جائے۔

مولانا مرحوم ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اس سال ۱۹۷۸ء شوال کا نیا چاند لندن میں شام کے ۴ بج کر ۹ منٹ پر وقوع پذیر ہوگا اور تاریخ ۲ ستمبر ہوگی۔ اسی لمحہ حجازِ مقدس میں شام کے ۷ بج کر ۹ منٹ' پاکستان میں ۹ بج کر ۹ منٹ رات' مشرقی پاکستان میں ۱۰ بج کر ۹ منٹ رات' اور جزائر فیجی اور سائبیریا میں ۴ بج کر ۹ منٹ سحری کا وقت ہوگا اور تاریخ ۲ ستمبر ہی ہوگی' کیونکہ یہ مقامات بین الاقوامی تاریخی خط کے مشرق میں واقع ہیں۔

حکومت حجاز اسی قران کے لمحہ یعنی ۲ ستمبر ۷ بج کر ۹ منٹ رات کو دوسرے دن عید منانے کا اعلان کرتی ہے تو جزائر فیجی اور سائبیریا کا مسلمان اُس وقت کیا طریقہ اختیار کرے گا؟ اگر اُس دن یعنی ۲ ستمبر کو عید کرے تو اتحاد ممکن نہیں کہ حجاز میں عید ۳ ستمبر کو ہوگی اور اگر روزہ رکھے تو کیوں رکھے؟ نیا چاند تو ہو چکا ہے۔ یہی صورت حال روزہ شروع کرنے یا دوسرے امور میں بھی پیش آسکتی ہے۔

یہ تو تھا نئے چاند یا قران کا مسئلہ۔ اب ہم دیکھیں گے کہ اگر نئے چاند کے بجائے رؤیت ہلال کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو آیا یہ وحدت واتحاد ممکن ہے؟ یہ بات پہلے واضح ہو چکی ہے کہ قران اور رؤیت ہلال دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ان دونوں میں ایک ہی مقام پر ۲۴ سے لے کر ۳۰ گھنٹے تک کا وقفہ ہوسکتا ہے۔ اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ علم ہیئت کی رو سے چاند کی رؤیت کے لیے دنیا بھر کے تمام مقامات پر ۲۴ گھنٹے کے بجائے ۴۹ گھنٹے ۴۹ منٹ کا عرصہ درکار ہے' تو اگر دنیا بھر کے لیے رؤیت ہلال کا اعلان کر دیا جائے تو اس سے مثالِ بالا سے بھی زیادہ الجھن پیش آسکتی ہے۔ مثلاً اوپر والی مثال میں ۳ ستمبر ۱۹۷۸ء کو مکہ مکرمہ میں رؤیت مل جاتی ہے اور ساڑھے سات بجے شام اگلے دن کے لیے عید کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو میکسیکو (امریکہ) میں اُس وقت ساڑھے نو بجے دن کا وقت ہوگا۔ کیا لوگ اُس دن روزہ پورا کر کے دوسرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دن عید منائیں گے یا فوراً افطار کر کے اسی دن اور اسی وقت عید منائیں گے؟ ان دونوں صورتوں میں سے مکہ معظمہ سے وحدت کی کون سی صورت ممکن ہے؟

میں کہتا ہوں کہ شرعی احکام کو بالکل پس پشت ڈال دیا جائے تو بھی جس وحدت و اتحاد کی تمنا کی جاتی ہے' پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ وضعی طریق سے عیسوی کیلینڈر میں گھڑیوں کے آگے پیچھے کرنے سے' خط تاریخ پر ایک دن کی کمی بیشی کرنے سے' یعنی ایک ہی دن میں دو طرح کی پیوندکاری سے جو عیسوی تاریخ میں یکسانیت پیدا کی گئی ہے اس سے حقیقی صورتِ حال میں تو کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔

رؤیت ہلال کی بنا پر کسی مقررہ تاریخ میں دو دن کا فرق پڑ سکتا ہے' لیکن بہت ہی کم مقامات پر یعنی دنیا کے ستائیسویں حصہ میں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دو دن کا فرق بسا اوقات مشاہدہ میں آ رہا ہے' جس کی وجہ یہی اختراعی طریق ہے جس کی بنا پر عیسوی تقویم میں ایک دن کے فرق کو' جو سیارگان کی چال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے' ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ فرق بھی قمری تاریخ پر جا پڑتا ہے۔ اگر یہ وضعی طریق کار ختم کر دیا جائے تو قمری تاریخوں میں اختلاف خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ اسی طرح وضعی طریق کار سے قمری تاریخوں کا اختلاف ختم کیا جائے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ وضعیت کبیسہ یا نسی سے پوری پوری مشابہت رکھتی ہے' جس کی قمری تقویم میں گنجائش نہیں ہے اور جس سے مسلمانوں کو سختی سے منع کر دیا گیا ہے۔

بادل' بارش' یا فضا کی کثافت کی بنا پر چاند کا نظر نہ آنا تقویم پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ یہ اختلاف محض مقامی قسم کا ہوتا ہے اور ایسا اختلاف رؤیت ہلال کمیٹیاں' یا مقامی حکومتیں شہادت کی بنا پر اعلان کے ذریعے دور کر سکتی ہیں بشرطیکہ مطلع ایک ہی ہو' مختلف نہ ہو۔ اختلافِ مطالع کی حقیقت ہم پچھلے باب میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور قمری تاریخ میں اختلاف کی یہی ایک قسم ہے جسے ہم حسن تدبیر سے دور کر سکتے ہیں۔

اعلانات کے ذریعے دنیا بھر میں قمری تاریخ کو ایک بنانے کا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے اور کسی مخصوص دن میں مخصوص وقت پر شعائر کی ادائیگی میں اتحاد اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ حج کے دن حجاج کرام کی دعاؤں کے وقت ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو کر یہ عبادات بجالائیں تو یہ مشکل سی بات ہوگی' کیونکہ ۹ ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد سے لے کر شام تک حجاج کرام میدانِ عرفات میں دعائیں کرتے ہیں۔ یہی حج کا رکنِ اعظم ہے اور اصل حج ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر انہیں مشعر الحرام پہنچنا ہوتا ہے۔ اس وقت ہند اور چین کے مسلمان گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اور آسٹریلیا میں سحری کا وقت ہوتا ہے۔ کیا وقت کی اس مطابقت کے لیے مسلمانوں کو مکلف بنایا جا سکتا ہے؟

یہی حال یوم النحر یعنی قربانی کے دن کا ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ کو حجاج دن طلوع ہونے کے بعد مزدلفہ سے منیٰ آتے ہیں' پھر جمرے مارتے ہیں' اس کے بعد قربانی کا وقت آتا ہے۔ گویا طلوعِ آفتاب سے تقریباً تین گھنٹہ بعد قربانی کا وقت آتا ہے اور ہم اُس وقت قربانی کا گوشت پکا کر ہضم بھی کر چکے ہوتے ہیں' تو کیا یہ حجاج کے کام سے مطابقت ہوگی یا مسابقت؟ پھر ایسے علاقے بھی ہیں جہاں کے مسلمان یہ قربانی کا دن گزار کر رات کو سونے کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اور ادھر یہ کیفیت ہوگی کہ حجاج کرام ابھی مزدلفہ سے روانہ بھی نہ ہوئے ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس ہماری نمازوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں اوقات کی وحدت محال ہے۔ اہل حجاز جس وقت ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں اُس وقت ہم عصر کی نماز کی تیاری میں مصروف ہوتے ہیں اور جب فجر ادا کرتے ہیں تو یہاں سورج خاصا بلند ہو چکا ہوتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# مکہ مکرمہ کی رؤیت کا اعتبار

یہ بات گزر چکی ہے کہ اس رائے کے موجد علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ ہیں' ان سے قبل اور ان کے بعد کسی قابلِ وثوق شخصیت نے ان کی موافقت نہیں کی ہے۔ علامہ مرحوم نے اپنے استدلال کی بنیاد ایک آیت اور ایک حدیث پر رکھی ہے۔ ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

## قرآن سے دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ﴾

(البقرۃ:۱۸۹)

''لوگ آپ سے چاند [کے گھٹنے بڑھنے] کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ کہہ دیں کہ یہ لوگوں کے اوقات' خاص طور پر حج کی تعیین کے لیے ہے''۔

**وجہ استدلال:** علامہ مرحوم لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یہ ہدایت دی کہ منازلِ قمر کے اختلاف اور اس کے اندر کمی وزیادتی میں ان کے تمام معاملات کے اوقات کا بیان ہے اور خاص طور پر ایامِ حج کی تعیین ہے۔ چنانچہ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں' عام کے بعد حج کی تخصیص میں اس بات کی طرف ایک باریک اشارہ ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے اوقات کی تعیین بھی ایک ہی جگہ یعنی مکانِ حج مکہ مکرمہ سے کریں۔(۱۲۲)

لیکن یہ استدلال کئی اعتبار سے محلِ نظر ہے:

**اوّلاً:** یہ تفسیر تمام اگلے پچھلے علمائے اُمت کی تفسیر کے خلاف ہے۔(۱۲۳)

---

(۱۲۲) اوائل الشهور العربية' ص ۳۱۔

(۱۲۳) اس آیت کی تفسیر میں علمائے تفسیر کے بیان کا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ حج اسلام کا ایک رکن ہے جس کے لیے وقت کی معرفت بڑی اہمیت رکھتی ہے' اور چونکہ مشرکین نے نسی وکبیسہ کی بدعت ایجاد کر کے حج کے مہینے اور ایام میں تبدیلی کر دی تھی اس لیے انہیں متنبہ کیا گیا کہ حج ◄◄

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ثانیاً: یہ کہنا کہ ''آیت کے اندر حج کا ذکر توقیتِ زمانی کو توقیتِ مکانی سے مرتبط کرنے کے لیے ہے'' یہ ایک پوشیدہ نکتہ ہے جس کی وضاحت کسی ظاہری دلیل کی محتاج ہے' خواہ آپ ﷺ کے بیان سے ہو یا آپؐ کے عمل سے' جبکہ یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں' حتیٰ کہ خلفائے راشدین سے لے کر آج تک اُمت کے کسی بھی عالم نے توقیت زمانی کو توقیتِ مکانی سے مرتبط نہیں کیا۔(۱۲۴)

## حدیث سے استدلال:

((اَلصَّوْمُ یَوْمَ تَصُوْمُوْنَ وَالْفِطْرُ یَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَالْاَضْحٰی یَوْمَ تُضَحُّوْنَ))(۱۲۵)

''روزہ کا دن وہ دن ہے جس دن تم لوگ روزہ رکھو اور افطاری [عید] کا دن وہ ہے جس دن تم سب لوگ افطار کرو اور قربانی کا دن وہ ہے جس دن تم سب لوگ قربانی کرو۔''(۱۲۶)

---

◄◄ کے بارے میں نسی وکبیسہ کی بدعت جائز نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ذی الحجہ کا مہینہ طبعی طور پر متعین کیا جائے گا۔ (دیکھئے تفسیر القرطبی ج ۲ ص ۳۴۳۔ تفسیر الشوکانی ج ۱ ص ۲۴۰)

(۱۲۴) معرفة اوقات العبادات' ج ۲' ص ۵۴۔

(۱۲۵) سنن ابی داود: ۲۳۲۴ الصوم۔ سنن الترمذی: ۶۹۷ الصوم۔ سنن ابن ماجه: ۱۶۶ الصیام بروایت ابو هریرة' الفاظ سنن الترمذی کے ہیں۔

(۱۲۶) حدیث کا جو ترجمہ اوپر نقل کیا گیا ہے وہ اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے جس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ البتہ وہ ترجمہ جو ہمارے ایک بزرگ نے کیا ہے اسے بھی نقل کر دیا جا رہا ہے' ناظرین سے گزارش ہے کہ اسے بھی سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ وہ حدیث کا ترجمہ ہے یا تاویل وتحریف۔ محترم لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے [اہلِ مکہ کو خطاب کرتے ہوئے] فرمایا: روزہ [تمام عالم اسلامی میں بشرطیکہ وہاں رؤیتِ ہلال کی خبر یا بادل چھا جانے کی صورت میں شعبان کے تیس دن پورے ہو جانے کی خبر، وجوب امساک کے وقت سے قبل پہنچ جائے] اُس دن مشروع ہوگا جس دن تم لوگ [اے اہلِ مکہ] روزہ رکھنا شروع کرو گے اور [اسی طرح تمام عالم اسلامی میں] اس دن سلسلۂ روزہ توڑ دیا جائے گا جس دن تم لوگ [اے اہلِ مکہ] روزہ کا اختتام کرو گے [نیز عالم اسلام میں] قربانی اس دن کی جائے گی جس دن [دسویں ذی الحجہ تا آخری ایامِ تشریق] تم لوگ قربانی کرو گے''۔ (مکہ مکرمہ کی رؤیت ہلال' ص ۹'۱۰)

میں سمجھتا ہوں کہ یہ حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح نہیں بلکہ تاویل وتحریف ہے۔ واللہ اعلم!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وجہ استدلال : علامہ مرحوم نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد اپنے رسالہ کے تقریباً تین صفحات پر اس حدیث کی علمی تخریج کی ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ بیان حجۃ الوداع کے موقع پر تھا' چنانچہ علامہ مرحوم لکھتے ہیں:

''ان احادیث میں روزے' قربانی اور افطار وغیرہ کا ذکر حجۃ الوداع کے موقع پر کرنے سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ تمام عالمِ اسلامی میں روزہ اس دن رکھا جائے گا جس دن اہلِ مکہ روزہ رکھیں' افطار اس دن کیا جائے گا جس دن اہلِ مکہ افطار کریں اور عرفات کے میدان میں اسی دن ٹھہرا جائے گا جس دن اہلِ مکہ وہاں ٹھہریں' چنانچہ یہی اماکن رؤیتِ ہلال کے اثبات کے لیے معتمد مانے جائیں گے اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ یہیں کے مطلع کا اعتبار کریں۔''(۱۲۷)

علامہ مرحوم کے اس استدلال پر چند اعتراضات ہیں:

اوّل : علامہ کا یہ فرمان کہ: [یہ خطاب اہلِ مکہ یا اہل حج کے لیے تھا] غیر مقبول ہے' کیونکہ علامہ مرحوم نے جس چیز کو بنیاد بنا کر اس حدیث کو حج اور ایامِ حج سے متعلق قرار دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ مرحوم کا استدلال سنن ابی داؤد میں ''حماد بن زید

---

(۱۲۷) علامہ مرحوم کی تخریج اور اس کے تبصرہ پر متعدد اعتراضات ہیں جن سے تعرض کرنا مجھ جیسے طالب علم کے لیے زیب نہیں دیتا' البتہ تحقیقی ذوق رکھنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ راویوں کی تضعیف وتوثیق سے متعلق علامہ مرحوم کے تفردات کو دھیان میں رکھیں' اس بارے میں علامہ مرحوم کی کوششیں زیادہ کامیاب ثابت نہیں ہوئیں' علیٰ سبیل المثال اسی حدیث کی تخریج میں ایک جگہ لکھتے ہیں: [والواقدی عندنا ثقة خلافاً لمن ضعفه] ''برخلاف ان لوگوں کے جو واقدی کو ضعیف کہتے ہیں یہ واقدی میرے نزدیک ثقہ ہیں'' (حاشیہ ص ۲۲) حالانکہ واقدی کا ضعیف بلکہ سخت ضعیف ہونا علمِ جرح وتعدیل میں ایک مسلّمہ امر ہے حتیٰ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں متروک' امام نسائی نے انہیں (کان یضع الحدیث) کہا ہے' متقدمین کے اقوال کا خلاصہ حافظ ذہبی ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں [مجمع علی ترکه]' حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: متروك مع سعة علمه' یعنی علامہ ہونے کے باوجود متروک ہیں۔ (دیکھئے المغنی ج ۲' ص ۶۱۹۔ التقریب' ص ۸۸۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عن ایوب عن محمد بن المنکدر عن ابی ھریرۃ'' کی سند سے مروی درج ذیل حدیث سے ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَأَضْحَاكُمْ يَوْمَ تُضَحُّوْنَ وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ مَنْحَرٌ وَكُلُّ جَمْعٍ مَوْقِفٌ)) (۱۲۸)

''تمہارے افطار کا دن وہ ہے جس دن تم لوگ افطار کرو گے' تمہاری قربانی کا دن وہ ہے جس دن تم قربانی کرو گے' اور پورا عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور مکہ کی تمام گلیاں قربانی کی جگہ ہیں' اور مزدلفہ پورا کا پورا ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

چنانچہ اس حدیث کی تخریج میں علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فالسند صحیح لولا انه منقطع فان ابن المنکدر لم یسمع من ابی ھریرۃ کما قال البزار وغیرہ (۱۲۹)

''اگر اس حدیث میں انقطاع نہ ہوتا تو یہ سند صحیح ہے' کیونکہ ابن المنکدر کا سماع حضرت ابو ہریرہؓ سے ثابت نہیں ہے' جیسا کہ امام البزار وغیرہ نے ذکر کیا۔''

معلوم یہ ہوا کہ علامہ مرحوم جس سند کو بنیاد بنا کر اس واقعہ کو حجۃ الوداع سے جوڑنا چاہتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے' اس لیے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان حجۃ الوداع کے موقع پر تھا اُس وقت تک اس روایت پر استدلال کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

ثانیاً: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ ﷺ کا یہ خطاب ایام حج میں تھا تو کس دلیل سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ خطاب صرف اہلِ مکہ کے لیے تھا اور عام اُمت اس کی مخاطب نہ

---

(۱۲۸) سنن ابی داود: ۲۳۲٤ الصوم۔ سنن الدارقطنی ۱ /۱٦۳۔ السنن الکبری للبیھقی ٤ /۲۵۱ بروایت ابو ھریرۃ۔

(۱۲۹) ارواء الغلیل' ج ٤' ص ۱۱۔ واضح رہنا چاہیے کہ ہم نے حدیث کو ضعیف نہیں بلکہ سند کو ضعیف کہا ہے' متن کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح ہے' کیونکہ اس حدیث کے تمام جملے انفرادی طور پر صحیح سندوں سے ثابت ہیں۔ دیکھئے علامہ البانی کی ارواء الغلیل' ج ٤' ص ۱۱ اور اس کے بعد الصحیحۃ ح ۲۲٤۔ میرے کہنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ علامہ مرحوم نے حدیث کی جس سند اور اس کے جس سیاق پر استدلال کی بنیاد رکھی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھی؟ یہ قول بلا دلیل ہے۔ اگر آیات واحادیث کی تاویل وتفسیر کا یہ باب کھول دیا جائے تو ہر شخص اپنے لحاظ سے جو تاویل وتفسیر چاہے کرتا پھرے۔ یہی اصول ہے شیعہ اور دوسرے گمراہ فرقوں کا۔

ثالثاً: اگر یہ خطاب خاص اہلِ مکہ کے لیے تھا تو اس سے وحدتِ رؤیت' وحدتِ صوم وغیرہ کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟ بلکہ حدیث کا ظاہر وواضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عام اجتماع کو غنیمت سمجھتے ہوئے عام اُمت کو مخاطب فرمایا کہ ہر جماعت اور ہر جگہ کے لوگوں کو یہ چاہیے کہ اپنے روزے اور اپنے عید وقربان کے موقع پر باہمی اختلاف کا مظاہرہ نہ کریں جیسا آج کل دیکھا جا رہا ہے' بلکہ جہاں رؤیتِ ہلال کی شہادت مل جائے وہاں کے سارے لوگ ایک ساتھ بغیر کسی اختلاف وانشقاق کے روزے اور عید وقربان کا اہتمام کریں۔

رابعاً: مکہ مکرمہ شرفہا اللہ کو مرکز رؤیت تسلیم کر لینے میں ایک بہت بڑی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ بعض وہ ممالک جو مکہ مکرمہ سے غرب میں واقع ہیں اور خط طول البلد میں اختلاف کی وجہ سے وہاں چاند پہلے نظر آ جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کے لوگ چاند دیکھ لینے کے باوجود اپنی رؤیت پر اعتماد نہ کریں' یعنی اگر رمضان کا چاند ہے تو چاند دیکھ لینے کے باوجود روزہ نہ رکھیں' جبکہ شرعاً رمضان المبارک کا مہینہ انہوں نے پالیا ہے' اور عید کا چاند ہے تو چاند دیکھ لینے کے باوجود افطار نہ کریں' کیونکہ مکہ مکرمہ میں ابھی تک چاند نہیں ہوا جبکہ ان کے یہاں شوال کا مہینہ داخل ہو چکا ہے۔ اس طرح وہ لوگ دو خرابیوں کے مرتکب ہوئے۔ اول یہ کہ رمضان کا چاند دیکھنے کے باوجود روزہ نہیں رکھا اور عید کا چاند دیکھ لینے کے باوجود افطار نہیں کیا۔ اس قسم کی مشکلات کا سامنا اہلِ مشرق کے لیے بھی پڑ سکتا ہے' یا پھر یہ کہا جائے کہ مکہ مکرمہ اور اس کے اطراف کے علاوہ کے مسلمان حدیث ((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ)) کے مخاطب نہیں ہیں' بلکہ اگر نہ چاہتے ہوئے بھی چاند پر نظر پڑ جائے تو فوراً اپنی نظر کو پھیر لیں تاکہ ماہِ رمضان میں روزہ توڑنے اور عید کے دن روزہ رکھنے کے گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خلاصہ: یہ ایسا معنی ہے کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک مکمل چودہ صدیوں بلکہ اس سے زیادہ مدت تک امت مرحومہ اس سے ناواقف رہی ہے' یہ نکتہ نہ تو کسی مفسر نے سمجھا ہے' نہ کسی محدث نے اور نہ ہی کسی فقیہہ نے۔

اب سوال ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے؟

حاشا لله سبحانك هذا بهتان عظيم۔

اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ سطورِ گزشتہ میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# عدمِ وحدتِ رؤیت کے دلائل

اس قول کے قائل علماء نے اپنے موقف کی صحت پر اثر ونظر سے استدلال کیا ہے۔

**اثر سے دلیل:** مشہور تابعی حضرت کریب بن ابی مسلم مولیٰ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اُمّ الفضل بنت الحارث (۱۳۰) رضی اللہ عنہا نے مجھے ملکِ شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ میں ملکِ شام گیا اور ان کا کام پورا کیا۔ ابھی میں شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آیا۔ چنانچہ جمعرات کو ہم نے خود چاند دیکھا۔ پھر مہینہ کے آخر میں مدینہ منورہ واپس آیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے پوچھا کہ تم لوگوں نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا کہ ہم لوگوں نے جمعرات کو چاند دیکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دوبارہ سوال کیا کہ کیا تم نے خود چاند دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں' میں نے بھی دیکھا تھا اور میرے علاوہ اور بھی لوگوں نے چاند دیکھا تھا اور اس کے مطابق لوگوں نے روزہ رکھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لیکن ہم لوگوں نے ہفتہ کی شب [جمعہ کی شام] کو چاند دیکھا ہے' اس لیے ہم برابر روزہ رکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تیس روزے پورے کرلیں یا اس سے قبل چاند دیکھ لیں۔ کریب کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: کیا آپ معاویہؓ کی رؤیت اور ان کے روزے کا اعتبار نہیں کرتے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: نہیں [ایسی بات نہیں ہے] بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (۱۳۱)

یہ حدیث توحیدِ رؤیت کے خلاف سب سے واضح دلیل ہے' کیونکہ حبرِ اُمت

---

(۱۳۰) حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کی والدہ ہیں۔

(۱۳۱) صحیح مسلم: ۱۰۸۷ الصیام۔ مسند احمد: ج ۱'ص ۳۰۶۔ سنن ابوداود: ۲۳۳۲ الصوم۔ سنن الترمذی: ۶۹۳ الصوم۔ سنن النسائی: ج ٤ ص ۱۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اہلِ شام کی رؤیت کو حجاز کے لیے معتبر نہیں سمجھا' بلکہ یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ یعنی ایک جگہ کی رؤیت ہر جگہ کے لیے کافی نہیں ہے۔

اس دلیل پر متعدد اعتراضات کیے گئے ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول [هٰكَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ] سے اللہ کے رسول ﷺ کا کون سا حکم مراد ہے؟

یہ چیز قابل غور ہے۔ کیا اس بارے میں ان کے پاس کوئی خاص امر تھا یا آپؐ کی مراد اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان سے تھی:

((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلَا تَسْتَقْبِلُوا الشَّهْرَ اِسْتِقْبَالًا)) (۱۳۲)

اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کوئی نبوی ''اَمْر'' تھا تو وہ معلوم ہونا چاہیے تاکہ دیکھا جا سکے کہ وہ اپنے مفہوم میں کہاں تک صریح ہے' اور اگر اس سے مراد مذکورہ نص ہے تو وہ ایک عام حکم ہے جس میں کسی خاص قوم' ملک اور علاقے کو مخاطب نہیں کیا گیا ہے' اس لیے وہ مخالف کے لیے حجت نہیں ہے۔ اور جہاں تک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اہل شام کی رؤیت قبول نہ کرنا ہے تو یہ ان کا اجتہاد ہے جس کا ہمیں مکلّف نہیں بنایا گیا۔ (۱۳۳)

اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ سیاق وسباق سے یہ ظاہر ہے کہ یا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کوئی نص صریح تھی' یا پھر انہوں نے آپ ﷺ کے مذکورہ حکم سے یہی سمجھا کہ ہر علاقے کے لوگ اس حکم نبویؐ کے اسی طرح مخاطب ہیں جس طرح نماز کے اوقات کے مخاطب ہیں کہ وہ نمازِ ظہر [مثال کے طور پر] اُس وقت پڑھیں

(۱۳۲) موطا امام مالك :ج۱ ص۳۸۷ كتاب الصوم۔ سنن ابی داود :۲۳۲۷ الصوم۔ سنن الترمذی : ۶۸۸ الصوم۔

(۱۳۳) امام شوکانی کے اعتراض کا یہ خلاصہ ہے۔ دیکھیے: نيل الأوطار :۲/ ۵۰۶' ۵۰۷۔ تحفة الأحوذی ۳/ ۳۰۸' ۳۰۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جب ان کے یہاں سورج ڈھل جائے' اسی طرح روزہ اُس وقت رکھیں جب رمضان کا مہینہ آ جائے۔

چنانچہ شیخ الحدیث عبید اللہ مبارک پوری رحمہ اللہ اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعندی أن کلام الشوکانی مبنی علی التحامل یردہ ظاهر سیاق الحدیث' والشام من جهة الشمالیة من المدینة المنورة مائلاً الی المشرق وبینهما قریب من سبعمائة میل' فالظاهر أن ابن عباس انما لم یعتمد علی رؤیة اهل الشام واعتبر اختلاف المطالع لأجل هذا البعد الشاسع۔ (۱۳٤)

''میرے نزدیک امام شوکانی کا قول تکلف پر مبنی ہے' حدیث کا ظاہری سیاق اس کی تردید کر رہا ہے۔ شام مدینہ منورہ سے شمال مشرق کی طرف اور ۷۰۰ میل کی مسافت پر واقع ہے' اس لیے ظاہر یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے اہل شام کی رؤیت کا اعتبار دوری اور اختلافِ مطلع کی وجہ سے نہیں کیا۔''

ثانیاً: یہ بات ہمیشہ سامنے رکھنی چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کے بلا واسطہ مخاطب تھے اور آپؐ کے خطاب کی زیادہ سمجھ بھی رکھتے تھے' خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسا فقیہہ صحابی جس کے بارے میں آپ ﷺ کی خصوصی دعا تھی:

((اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ)) (۱۳۵)

''اے اللہ تعالیٰ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور تفسیر کا علم دے۔''

اور اخص الخاص یہ کہ اُس وقت مدینہ منورہ میں بہت سے صحابہ ﷺ موجود تھے لیکن کسی نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس کی تردید نہیں کی۔ (۱۳٦)

(۱۳٤) مرعاة المفاتیح: ج٤ ص٤٢٨۔ اصل یہ ہے کہ دمشق ۳۵ درجے طول البلد مشرقی پر واقع ہے اور مدینہ منورہ ۴۰ درجے طول البلد مشرقی پر واقع ہے اور دونوں میں ۵ درجے کا فرق ہے جس کی وجہ سے اختلافِ مطلع کی گنجائش ہے۔

(۱۳۵) مسند احمد: ج۱ ص ۲۹٦۔ یہ حدیث مختصراً صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہے۔

(۱۳٦) معرفة اوقات العبادات' ج۲' ص ۳٦۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس لیے بغیر کسی واضح دلیل کے جمہور صحابہ کے فہم کو رد کر دینا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے' مزید برآں یہ کہ تمام وہ محدثین جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے' سب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فقہ و سمجھ کی تائید کی ہے' جیسا کہ ان کے اقوال آئندہ سطور میں ذکر کیے جائیں گے۔

اس استدلال پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اہلِ شام کی رؤیت پر اس لیے اعتماد نہ کیا ہو کہ یہ خبر واحد تھی اور خبر واحد کی شہادت ان کے نزدیک معتبر نہیں تھی' اور کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے کہ اُس وقت مدینہ منورہ میں مطلع صاف رہا ہو اور جب اہل مدینہ نے چاند نہیں دیکھا تو ایسی صورت میں رؤیتِ ہلال سے متعلق ایک آدمی کی شہادت معتبر نہیں ہے۔

(۱) اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ محض ایک دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں اُس طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔(۱۳۷)

(۲) کریب چاند دیکھنے میں اکیلے نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے چاند دیکھا تھا' خلیفۃ المسلمین اور شام کے تمام مسلمانوں نے اس رؤیت کو ثابت مانا تھا' جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

---

(۱۳۷) بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ بات کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے حضرت کریب کی خبر کو صرف اس لیے رد کر دیا کہ خبر دینے میں وہ اکیلے تھے جبکہ خود ان سے روایت ہے کہ ایک اعرابی (صحرانشین) اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [أَتَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] کیا تم ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی دیتے ہو؟ یعنی کیا تم مسلمان ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں' پھر آپ نے سوال فرمایا: [أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ؟] کیا تم محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے ہاں کہہ کر جواب دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: [يَا بِلَالُ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُوْمُوْا غَدًا] ''اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں''۔ سنن ابی داود: ۲۳٤ الصوم باب ۱٤۔ سنن الترمذی: ٦۹۱' الصوم۔ سنن النسائی: ۲۱۱٤' الصیام۔ سنن ابن ماجہ: ٦٥۲' الصیام۔ اس حدیث کی صحت علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہے' دیکھئے المجموع للنووی ٤/ ۲۸۲۔ المرعاۃ: ٦/ ٤٤۸' ٤٤۹۔ ارواء الغلیل: ج ٤' ص ۱٦،۱٥۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ثالثاً: حضرت کریب چاند کی شہادت نہیں دے رہے تھے بلکہ ایک خاص جگہ چاند ہونے کی خبر دے رہے تھے۔

اور علماء کے نزدیک خبر اور شہادت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں' علماء خبر واحد کو تو قبول کرتے ہیں البتہ شہادتِ واحد کا مسئلہ محلِ نظر ہوتا ہے۔(۱۳۸)

رابعاً: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جب کریب کی خبر کو سنا اور اہل شام کی رؤیت کو قبول نہیں کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ خبر دینے میں تم اکیلے ہو' یا اس دن ہمارے یہاں مطلع صاف تھا اور کوشش کے باوجود ہم لوگوں نے چاند نہیں دیکھا وغیرہ وغیرہ' بلکہ آپؓ نے صرف یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے' یعنی یہ کہ ہم دور کی رؤیت پر اعتماد نہ کریں۔(۱۳۹)

**نظری دلیل**: جو علماء سارے عالم کے لیے وحدتِ رؤیت کے قائل نہیں ہیں وہ ایک عقلی استحالہ یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر توحیدِ رؤیت ضروری ہوتی تو عہدِ صحابہؓ اور

(۱۳۸) امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول [هٰكَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ] کی تاویل میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ چونکہ حضرت کریب کی خبر ''خبر واحد'' تھی اس لیے اسے رد کر دیا' اور بعض کا کہنا ہے کہ چونکہ مطلع کے لحاظ سے دونوں علاقے مختلف تھے اس لیے اس خبر کو رد کر دیا' اور یہی بات صحیح ہے' کیونکہ کریب نے گواہی نہیں دی تھی [کہ اکیلے ہونے کی وجہ سے اسے رد کر دیا جائے] بلکہ ایک ایسے حکم کی خبر دی تھی جو بطور شہادت ثابت ہو چکا تھا' اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی حکم شہادت کی بنیاد پر ثابت ہو چکا ہو تو اس بارے میں خبر واحد کافی ہے۔ اس واقعہ کی نوعیت یہ ہے کہ ''اغمات'' میں جمعرات کو چاند نظر آئے اور اشبیلیہ میں ہفتہ کی رات کو تو ہر شہر کے لیے اپنی رؤیت کا اعتبار ہوگا' کیونکہ سہیل تارا [بسا اوقات] اغمات میں نظر آتا ہے لیکن اشبیلیہ میں نظر نہیں آتا جو اختلافِ مطلع کی دلیل ہے۔ (احکام القرآن: ۸۴'۸۵)

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کریب کی خبر کو صرف اس لیے رد کیا کہ رؤیت ہلال دور کے ممالک کے حق میں ثابت نہ مانی جائے گی۔ شرح صحیح مسلم: ۷/ ۸۴، ۸۵۔ نیز دیکھئے المرعاۃ: ۶/ ۴۲۸۔ فتاویٰ اھل الحدیث: ۲/ ۳۱۰، ۳۱۱۔

(۱۳۹) معرفۃ اوقات العبادات: ج ۲' ص ۴۴'۴۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے بعد کے ادوار میں مسلمان حکام اور علماء اپنے مرکز خلافت یا کسی اور جگہ رؤیت کے ثابت ہو جانے کے بعد ملک کے اطراف میں رؤیت ہلال کی اطلاع دیتے اور حتی الامکان لوگوں کو روزہ وعید کے موقع پر متحد رکھنے کی کوشش کرتے' جبکہ ایسی کوئی دلیل یا کوئی واقعہ نہیں پایا جاتا۔ آج اس دین کو چودہ صدیاں گزر گئیں لیکن کسی بھی صدی سے متعلق یہ اطلاع نہیں ملتی کہ اُمت کو ایک ہی جگہ کی رؤیت کا مکلف بنایا گیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا کہ جس دن اہل مدینہ نے روزہ رکھنا شروع کیا ہو' اور جس دن اہل حجاز نے عید منائی ہو اور جس دن اہل مکہ و مدینہ نے قربانی کی ہو اُس دن مسلمانوں کے دوسرے علاقوں اور شہروں نے بھی عید و قربانی کا اہتمام کیا ہو۔ (۱۴۰)

اگر یہ کہا جاتا ہے کہ اُس وقت روزہ کی ابتدا کی خبر دینا ایک مشکل کام تھا اس لیے خاموشی اختیار کی گئی تو اس کا واضح مطلب ہے کہ وحدتِ رؤیت کی وہ اہمیت نہیں ہے جو اِس وقت دی جا رہی ہے۔ واللہ اعلم!

## پہلا قول: اتفاقِ مطلع کی صورت میں وحدتِ رؤیت کا اعتبار ہے اور اختلافِ مطلع کی صورت میں وحدتِ رؤیت کا اعتبار نہیں

اس رائے کے قائل علماء کا استدلال قرآن وحدیث اور قیاس سے ہے۔ واضح رہے کہ اس رائے کے قائل علماء کا استدلال تقریباً انہی دلیلوں سے ہے جن دلائل سے وحدتِ رؤیت کے قائل علماء کا استدلال ہے' البتہ وجہِ استدلال میں فرق ہے۔

قرآن سے استدلال: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵)

''پس تم میں کا جو شخص اس مہینے کو پالے وہ اس کا روزہ رکھے۔''

وجہ استدلال: آیت مبارکہ میں روزے کے وجوب کو ''شُہود شہر'' یعنی ماہِ صیام پالینے پر معلق کیا ہے اور ماہِ صیام کا وجود ۲۹ شعبان کی شام میں رؤیتِ ہلال یا پھر تیس دنوں کی گنتی پورے ہونے پر موقوف ہے' جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ

(۱۴۰) دیکھئے العلم المنثور ص ۲۹' ابحاث هيئة كبار العلماء: ج ۳' ص ۳۳' ۳۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ)) یعنی ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو!'' اب اگر ایک شخص کسی ایسی جگہ رہتا ہے جہاں مطلع کے فرق کی وجہ سے نہ تو شعبان کی ۲۹ تاریخ ہے اور نہ ہی رؤیتِ ہلال ممکن ہے' اس طرح وہاں کے رہنے والوں نے ماہِ صیام پایا ہی نہیں' اور جب ماہ صیام پایا ہی نہیں تو ان پر روزہ کس طرح واجب ہوسکتا ہے۔(۱۴۱)

اس دلیل پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ تمام مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور قابل وثوق لوگوں کی شہادت سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ دن رمضان المبارک کی ابتدا ہے لہٰذا تمام مسلمانوں پر اس دن کا روزہ فرض ہوگیا' کیونکہ شریعت نے ہر شخص اور ہر شہر والوں کے لیے الگ الگ رؤیت کی شرط نہیں لگائی ہے۔(۱۴۲)

اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جس جگہ کا مطلع رؤیتِ ہلال کی جگہ کے مطلع سے مختلف ہو وہاں ماہ رمضان نہ تو شرعاً ثابت ہے اور نہ عقلاً' لہٰذا ان پر یہ حکم بھی نہ لگے گا۔

## احادیث سے استدلال:

۱- اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ)) (۱۴۳)

''مہینہ انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے' اس لیے جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو' اور اگر بادل چھا جائے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔''

وجہ استدلال: اس حدیث اور اس طرح کی متعدد احادیث [جن کا ذکر گزر چکا ہے] میں اللہ کے رسول ﷺ نے روزے اور افطار کو اوّلاً رؤیتِ ہلال سے مشروط کیا ہے' ثانیاً اگر رؤیتِ ہلال کا ثبوت نہ مل سکے تو تیس دن مکمل کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے

(۱۴۱) مجموع فتاویٰ ورسائل شیخ ابن عثیمین: ج۱۹' ص ۴۵۔

(۱۴۲) المغنی: ج۴' ص ۳۲۹۔

(۱۴۳) صحیح البخاری: ۱۹۰۷' الصوم۔ صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الصوم' بروایت ابن عمر۔ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس جگہ رؤیتِ ہلال کا ثبوت حقیقۃً یا حکماً پایا جائے وہاں کے لوگوں پر روزہ رکھنا [اگر رمضان کا چاند ہے تو] یا افطار کرنا [اگر شوال کا چاند ہے تو] واجب ہوگا' اور یہ بات علمی طور پر متفق علیہ ہے کہ ساری دنیا میں ایک ہی دن رؤیتِ ہلال ممکن نہیں ہے' بلکہ مطلع کے فرق کی وجہ سے ایک یا دو دن کا فرق ہوسکتا ہے جیسا کہ مشاہدے سے معلوم ہے' اس لیے اگر کسی ایک جگہ رؤیتِ ہلال کا ثبوت ہوتا ہے اور وہاں کا مطلع کسی دوسری جگہ کے مطلع سے مختلف ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس دوسری جگہ بھی رؤیت کا ثبوت ہوگیا ہے' بلکہ حق یہ ہے کہ ان کے یہاں نہ تو رؤیتِ ہلال کا وجود حقیقۃً ہے' نہ حکماً' لہٰذا ان پر روزہ و افطار بھی واجب نہ ہوگا۔

اس دلیل پر بھی وہی اعتراض ہے جو اس سے قبل ذکر شدہ دلیل پر کیا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم عام ہے' آپ ﷺ نے کسی خاص قوم کو مخاطب نہیں فرمایا بلکہ حکم چاند کے دیکھنے پر معلق کیا ہے' اس لیے دنیا کے کسی بھی حصے میں چاند دیکھا جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ معتبر ذرائع سے خبر پہنچ جائے۔

اس اعتراض کا جواب وہی ہے جو اس سے پہلے دیا گیا کہ یہ حکم ان تمام لوگوں کے لیے ہے جو اتحادِ مطلع کی حدود میں رہتے ہوں' اور جو لوگ مطلع کی حدود سے باہر ہیں ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے حقیقۃً یا حکماً چاند دیکھا ہے۔(۱۴۴)

۲- اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثُمَّ صُومُوا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ)) (۱۴۵)

''چاند دیکھنے سے قبل مہینے کا استقبال نہ کرو [یا وقت سے قبل مہینہ کا اعتبار نہ کرو]

---

(۱۴۴) تفصیل کے لیے دیکھئے: مجموع فتاوی الشیخ ابن عثیمین ج ۱۹ سوال ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

(۱۴۵) سنن ابی داود: ۲۳۲۶ الصوم۔ سنن النسائی: ۲۱۲۶ الصیام۔ صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۱۱/۳ ص ۲۰۳' بروایت حذیفہ۔ اس معنی میں عبداللہ بن عباس کی بھی حدیث ہے' دیکھئے سنن ابی داود: ۲۳۲۷ الصوم' سنن النسائی: ۲۱۳۰ الصیام' صحیح ابن خزیمہ: ج ۳ ص ۲۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گنتی کو پورا کرلو پھر روزہ رکھو یہاں تک چاند دیکھ لو یا گنتی پوری کرلو۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ وجوبِ صوم کے لیے رؤیتِ ہلال کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ رمضان کا مہینہ داخل ہونے سے قبل روزہ نہ رکھا جائے' اسی طرح افطار کے لیے رؤیتِ ہلال کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ رمضان کا مہینہ گزر جائے۔ اب اگر اختلافِ مطلع جو نہ صرف ایک علمی حقیقت ہے بلکہ ایک بدیہی امر ہے' کو مؤثر نہ مانا جائے تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ دنیا کے بعض علاقوں میں رمضان شروع ہونے سے قبل روزہ رکھا گیا اور رمضان پورا ہونے سے قبل افطار کیا گیا۔

## قیاس سے دلیل:

اختلافِ مطلع کے قائل علماء ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ امر سب کے مشاہدے میں ہے کہ روئے زمین کے مشرقی علاقے میں طلوعِ فجر مغربی علاقے سے پہلے ہوتی ہے' یعنی ہم سے مشرقی علاقے میں فجر طلوع ہوتی ہے اور ہمارے یہاں ابھی رات باقی رہتی ہے۔ اسی طرح ہم سے مشرق میں جہاں سورج ڈوب جاتا ہے اور ابھی ہمارے یہاں دن کا ایک حصہ باقی رہتا ہے' تو کیا سمت مشرق میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت پر فجر طلوع ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان میں سے روزہ رکھنے والے حضرات کے لیے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے تو کیا ہمارے اوپر بھی کھانا پینا [روزہ رکھنے کے لیے] حرام ہوگیا؟ اور اسی طرح جب ہمارے مشرق میں سورج ڈوب گیا تو ہمارے لیے بھی افطار جائز ہوگیا' اگرچہ ہمارے یہاں ابھی عصر کا وقت ہے؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ تو چاند بھی سورج ہی کی طرح ہے' کیونکہ چاند مہینے کے وقت کا بیان ہے اور سورج دن کے اوقات کا بیان ہے اور جس ذات نے یہ فرمایا: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ اور فرمایا: ﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ اُسی ذات نے یہ بھی فرمایا: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (١٤٦)

(١٤٦) مجموع فتاوىٰ الشيخ ابن عثيمين: ج١٩' ص ٤٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ روزے اور افطار سے متعلق ایک نصِ عام ہے کہ [صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ] [وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ] اور جب کسی ایک فرد یا جماعت کے چاند دیکھ لینے سے رؤیت کا حکم ثابت ہو گیا تو وجوب بھی ثابت ہو گیا بخلاف زوال وغروب کے کہ کسی بھی شرعی نص میں محض ان کے نام پر کوئی عام حکم معلق نہیں کیا گیا۔(۱۴۷)

لیکن اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بعض شرعی نصوص میں بعض عبادات کو سورج کی حرکت کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ...الآية﴾ (۱۴۸)

''نماز کو قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک' اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی۔''

اس دلیل پر ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا ہے کہ وجوب اور ادائے وجوب میں فرق ہے۔ ادائے وجوب میں تو مطلع اور وقت کا فرق پڑتا ہے البتہ وقتِ وجوب میں فرق نہیں پڑتا' مثلاً جمعہ کی نماز جمعہ کے دن ہی پڑھی جاتی ہے اور ساری دنیا میں جمعہ ہی کے دن پڑھی جاتی ہے' البتہ طلوع وغروب کے فرق کے لحاظ سے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے' بعینہٖ اسی طرح روزہ تمام مسلمانوں پر ایک ہی دن میں واجب ہوتا ہے اور عید کا دن تمام مسلمانوں کے لیے ایک ہی دن ہے' البتہ سورج کی حرکت کی وجہ سے اور علاقے کے فرق کے لحاظ سے اداء میں تقدیم وتأخیر ہوتی رہتی ہے۔(۱۴۹)

اس اعتراض کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ اصل مسئلہ وقتِ وجوب ہی کا ہے' یعنی روزہ کا وجوب اُس وقت ہوگا جب ماہِ رمضان کا چاند حقیقۃً یا حکماً نظر آئے گا یا پھر شعبان کے تیس دن مکمل ہو جائیں گے۔ اسی طرح عید کا دن وہ ہوگا جب شوال کی پہلی تاریخ ہوگی۔ پھر جب رمضان کا مہینہ شرعاً یا فعلاً داخل ہی نہیں ہوا تو وقتِ وجوب کا

---

(۱۴۷) فتح القدیر: ج۲' ص ۳۱۲ تنبیہ الغافل والوسنان' ص ۱۰۸۔

(۱۴۸) معرفة اوقات العبادات: ج۲' ص ۴۷۔

(۱۴۹) جریدۃ ترجمان: ج۲' شمار ۴۰۔۴۱' ص ۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' البتہ جن علاقوں کا مطلع ایک ہے وہاں وجوب اور ادائے وجوب کا فرق قابل قبول ہوسکتا ہے۔

دوسرا قول: کسی جگہ کی رؤیت اسی علاقے کی حدود تک مانی جائے گی جہاں تک یہ کہا جا سکے کہ اگر بادل وغبار وغیرہ جیسی کوئی رکاوٹ نہ ہوتی تو یہاں بھی چاند ضرور دکھائی دے جاتا

میری سمجھ کے مطابق یہ قول اس سے قبل مذکور قول کے قریب قریب ہے' یعنی اختلافِ مطلع کی صورت میں وحدتِ رؤیت کا اعتبار نہ ہوا اور اتفاقِ مطلع کی صورت میں وحدتِ رؤیت کو تسلیم کیا جائے گا۔ دونوں قول ایک ہی مفہوم ادا کر رہے ہیں' دونوں میں صرف تعبیر کا فرق ہے۔ شاید اسی وجہ سے علامہ سبکی رحمہ اللہ نے اسے بہتر قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

[اعتبار کل بلد لا یتصورہ خفازہ عنھم جید] (۱۵۰)

لیکن واضح رہے کہ یہ کوئی ایسا ضابطہ نہیں ہے جس کے تابع لوگوں کو کیا جا سکے۔ واللہ اعلم!

تیسرا قول: مکانِ رؤیت سے قصر کی مسافت تک رؤیت کا اعتبار کرنا

اس قول کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ شریعت میں مسافت کی کوئی تحدید نہیں کہ کتنی دُوری تک رؤیتِ ہلال کا اعتبار ہوگا اور کتنی دُوری کے بعد نہیں' اور اس بارے میں اختلافِ مطالع کا اعتبار کرنا اصل میں اہلِ نجوم اور اہلِ حساب کی بات کو تسلیم کرنا ہے' جبکہ نجومیوں کی بات قبول کرنا شرع میں منع ہے' اس لیے مسافتِ قصر کا اعتبار ضروری ہے' کیونکہ شریعت نے بعض عبادات کو مسافتِ قصر سے منسلک کیا ہے جیسے نماز کا قصر اور افطار کی اجازت وغیرہ۔ (۱۵۱)

اس دلیل پر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ:

اوّلاً: از روئے شرع مسافتِ قصر کی کوئی تحدید وارد نہیں ہے اسی لیے اس سلسلے

(۱۵۰) العلم المنثور' ص ۲۹۔

(۱۵۱) المجموع' ج۶' ص ۲۳۷۔ معرفة اوقات العبادات' ج۳' ص ۵۲۔ العلم المنثور' ص ۲۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں علماء کے اقوال مختلف ہیں' حتیٰ کہ بعض کے نزدیک نو میل کی مسافت پر قصر جائز ہے' حتیٰ کہ ظاہریہ کے نزدیک تین میل کی مسافت پر بھی قصر جائز ہے' حالانکہ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہر تین میل یا نو میل کے بعد رؤیت کا اعتبار نہ ہوگا۔

ثانیاً: علم ہیئت اور علم نجوم دونوں الگ الگ علم ہیں اور جس نجومی کی بات سننے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے روکا گیا ہے وہ علم ہیئتِ جدیدہ سے قطعاً مختلف ہے' بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عصر حاضر میں اختلافِ مطلع ایک علمی حقیقت بن گیا ہے' جس کا تعلق مسافتِ قصر سے نہیں ہے (۱۵۲) بلکہ اس کا تعلق زمین کے طول البلد اور عرض البلد سے ہے جس کی تفصیل ابتدا میں گزر چکی ہے' کیونکہ بسا اوقات دو شہروں میں قصر کی مسافت ہو سکتی ہے لیکن اختلافِ مطلع نہ ہوگا' اس لیے کہ دونوں ایک ہی طول البلد پر واقع ہوئے ہیں' جیسے ریاض اور ماسکو۔ (۱۵۳)

ثالثاً: خود علمائے شافعیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ سبکی لکھتے ہیں:

واعتبار مسافة القصر في المحل ضعيف (۱۵٤)

''یعنی رؤیت ہلال کی وحدت کے لیے قصر کی مسافت کا اعتبار ضعیف ہے۔''

## چوتھا قول: ایک اقلیم (انتظامی صوبہ) میں جہاں کہیں بھی رؤیت ہوگی وہ پورے اقلیم کے لیے کافی ہوگی

اس قول کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ چونکہ شام ایک اقلیم [انتظامی صوبہ] تھا اور حجاز دوسرا اقلیم [انتظامی صوبہ] تھا اس لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اقلیم شام کی رؤیت کا اعتبار نہیں کیا۔ (۱۵۵)

---

(۱۵۲) مجموع الفتاویٰ: ج۳۵' ص ۱۰٤۔

(۱۵۳) معرفة اوقات العبادات: ج۲' ص ۵۲'۵۳۔

(۱۵٤) العلم المنثور' ص ۲۹۔ المجموع: ج٦' ص ۳۳۷۔

(۱۵۵) ارشاد اهل الملة' ص ۲۷۸۔ معرفة اوقات العبادات' ج۲' ص ۵۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ:

اوّلاً: یہ چیز محل نظر ہے کہ اقلیم کی حد کیا ہے؟(۱۵۶) اس کی صحیح تعیین کرنا بہت ہی مشکل ہے اور جب تک کسی چیز کی صحیح تعین نہیں ہوسکتی تو اس پر کسی حکم کی بنیاد کیسے رکھی جاسکتی ہے؟

ثانیاً: آج یہ بات عملی طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ اختلاف واتحادِ مطلع کا تعلق اقلیم سے قطعاً نہیں ہے' بلکہ طول البلد اور عرض البلد سے ہے۔

ثالثاً: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جب کریب کی خبر کو رد کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ شام ایک اقلیم ہے اور حجاز دوسرا اقلیم اس لیے وہاں کی رؤیت مقبول نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ سبکی نے اس قول کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔(۱۵۷)

پانچواں قول: ایک امام کے زیر حکومت رہنے والے ملکوں کی رؤیت ایک شمار ہوگی

اس قول کے قائل علماء کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں ہے' البتہ ان کا کہنا ہے کہ ایک امام کے زیر تصرف جتنے بھی شہر ہیں وہ امام کے لیے ایک ہی شہر کے مانند ہیں' کیونکہ اس کا حکم پورے ملک پر نافذ ہے۔(۱۵۸) یہ قول چوتھے قول کے قریب قریب ہے شاید اسی لیے علامہ سبکی نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ واللہ اعلم!

اس استدلال پر بھی چند اعتراضات ہیں:

اوّلاً: اس استدلال پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

ثانیاً: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جس وقت حضرت کریب کی خبر کو ردّ کیا تھا اُس وقت صوبۂ حجاز شام کی مرکزی حکومت کے تابع تھا' کیونکہ خلیفۃ المسلمین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امامِ اعظم تھے' لیکن نہ تو حضرت معاویہؓ نے اہل مدینہ کو لکھا اور نہ ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اہل شام کی رؤیت پر اعتماد کیا۔

ثالثاً: پوری تاریخ اسلام میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ خلفائے راشدین نے

(۱۵۶) مجموع الفتاوی: ج۳۵' ص ۱۰۴۔

(۱۵۷) العلم المنثور: ص۲۹۔

(۱۵۸) الکافی لابن عبد البر' ج۱' ص ۲۳۵۔ طرح التثریب' ج۴' ص ۱۱۶' ۱۱۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یا بعد میں آنے والے بادشاہوں نے لوگوں کو مرکزِ خلافت کی یا ملک کی کسی دوسری جگہ کی رؤیت کے تابع کیا ہو۔

رابعاً: ایک ہی ملک کی زمین کی جب اپنی حدود بڑی ہوں تو مطلع کا اختلاف ہو سکتا ہے' جیسا کہ یہ امر مشاہدے میں ہے۔

مملکت سعودیہ عربیہ میں اسی پر عمل ہو رہا ہے۔ بطور دلیل اگرچہ یہ قول ضعیف ہے لیکن معاشرتی یکجہتی کے اعتبار سے قوی ہے(۱۵۹) اس لیے اگر کوئی شخص کسی ایسے ملک میں رہتا ہے جہاں اس قول پر عمل ہو رہا ہو تو اس کی مخالفت مناسب نہیں ہے۔

## چھٹا قول: نماز کے وقت کے فرق سے رؤیت کا فرق کرنا

یعنی اگر دو شہروں میں اتنا فاصلہ ہے کہ ایک شہر میں ظہر کی نماز کا وقت ہے تو دوسرے شہر میں عصر یا مغرب کا وقت داخل ہو چکا ہے تو ایسے دو شہروں کی رؤیت میں فرق مانا جائے گا۔(۱۶۰)

یہ قول اصل میں کوئی مستقل قول نہیں ہے' بلکہ اختلافِ مطلع کی حدود کا بیان ہے' یعنی اگر دو شہروں میں اتنی مسافت ہو کہ ایک شہر میں ایک نماز کا وقت ہو اور دوسرے شہر میں دوسری نماز کا وقت تو وہاں مطلع کا فرق پڑ سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اسی کے قریب قریب فقہاء کا یہ قول بھی ہے کہ اگر دو شہروں میں ایک ماہ کی مسافت کی دوری ہو تو مطلع کا اختلاف مانا جائے گا ورنہ نہیں۔(۱۶۱)

اس قول پر اعتراض یہ ہے کہ اوّلاً اس پر کوئی دلیل نہیں ہے' ثانیاً اختلافِ مطلع کا تعلق مسافت سے نہیں ہے بلکہ طول البلد اور عرض البلد سے ہے' جیسا کہ ''اختلافِ مطلع'' کے عنوان سے یہ تفصیل گزر چکی ہے۔

---

(۱۵۹) الشرح الممتع' ج۶' ص ۳۲۳۔

(۱۶۰) علامۂ وقت ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ اور مشہور مجلّہ الاعتصام پاکستان کے مستقل فتویٰ نگار مولانا ثناء اللہ مدنی نے یہی فتویٰ دیا ہے۔ (الاعتصام جلد ۴۷' عدد ۳) بعض قدیم فقہاء نے بھی یہ بات کہی ہے لیکن وقت تحریر کتاب کا نام میرے ذہن میں نہیں ہے۔

(۱۶۱) المرعاۃ: ج۶ ص ۴۳۶، ۴۳۷۔ تنبیہ الغافل والوسنان: ص ۱۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## ساتواں قول: ایک ہی رات میں خبر پہنچنے کی مسافت کو اصول بنانا

اگر کسی جگہ رؤیتِ ہلال کا شرعی ثبوت مل چکا ہے تو وہاں سے چاروں سمت جتنی دور تک رات بھر میں خبر پہنچائی جاسکتی ہے وہاں تک کے لیے یہ رؤیت معتبر مانی جائے گی' اس کے بعد کے لیے نہیں۔ (۱۶۲)

ظاہر میں اس قول کا مقصد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ چونکہ رؤیتِ ہلال کی بنیاد پر روزہ رکھنا یا ترک کرنا ہے اس لیے روزے کا وقت شروع ہونے سے قبل جہاں تک خبر پہنچ سکتی ہے وہاں تک کے لیے اس علاقے کی رؤیت معتبر مانی جائے گی' کیونکہ اگر روزہ شروع کرنے سے پہلے خبر نہ پہنچ سکے گی تو اس رؤیت کا عملاً کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

شاید یہ قول شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس قول کا خلاصہ ہے کہ:

والأشبه أنه إن رؤي بمكان قريب وهو ما يمكن أن يبلغهم خبره في اليوم الأوّل فهو كما لو روى في بلدهم ولم يبلغهم (۱۶۳)

''حق کے زیادہ مشابہ یہ قول ہے کہ اگر چاند کسی ایسے قریبی شہر میں دکھائی دے جہاں سے پہلے دن خبر پہنچانا ممکن ہو تو گویا اس شہر ہی میں نظر آیا ہے جس کی خبر پہنچ نہ سکی۔''

اس استدلال پر اعتراض یہ ہے کہ:

اوّلاً: یہ اُس وقت کی بات ہے جب وسائلِ ابلاغ فطری اور عادی تھے اور آج جیسے تیز رفتار اور برقی وسائل ایجاد نہیں تھے' اس لیے یہ قول کوئی ضابطہ نہیں ہے۔

ثانیاً: قرآن وحدیث اور سلفِ صالحین کے اقوال سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

ثالثاً: کتب تاریخ وسیر میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ مسلمان خلفاء چاند دیکھنے کے بعد اس طریقے سے رؤیت کی خبر چاروں طرف بھیجتے رہے ہوں۔

---

(۱۶۲) الشرح الممتع: ج٦ ص٣٢٣۔

(۱۶۳) مجموع الفتاوىٰ: ج٢٥ ص١٠٦۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فصل چہارم

# ترجیح اور کاتبِ مقالہ کی رائے

زیرِ تحریر مقالہ میں دو موضوع خصوصی طور پر زیرِ بحث آئے ہیں:

۱) قمری مہینوں کا ثبوت بذریعہ علم فلک یا رؤیت؟

۲) تمام عالم اسلامی کے لیے وحدتِ رؤیت یا اختلافِ رؤیت؟

پہلے موضوع سے متعلق نصوصِ قرآن وحدیث اور ان کی تشریح وتوضیح سے مذکور علمائے کرام کے اقوال کی روشنی میں حتمی طور پر یہ ظاہر ہوا کہ قمری مہینوں کے ثبوت کے لیے رؤیت ہلال یا گنتی کے تیس دن کا پورا ہونا ضروری ہے اور آج تک جن علمائے کرام کے قول کا اعتبار رہا ہے ان کا اجماع ہے کہ اس بارے میں علم حساب وفلکیات پر اعتماد جائز نہیں' اور جہاں تک علامہ احمد شاکرؒ اور ان کے ہمنوا حضرات کے قول کا تعلق ہے کہ اِس وقت مسلمانوں پر واجب ہے کہ علم فلکیات پر اعتماد کر کے قمری مہینے کی ابتدا کو قبول کریں تو یہ ایسا قول ہے کہ ان سے قبل کسی عالم دین نے یہ بات نہیں کہی' اور حق یہ ہے کہ علامہ مرحوم کے اقوال کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ علامہ موصوف اپنے قول سے رجوع کر چکے ہیں۔

جہاں تک دوسرے موضوع کا تعلق ہے تو اس بارے میں وحدتِ رؤیت اور عدمِ وحدتِ رؤیت دونوں طرف کے دلائل کا موازنہ کرنے سے راجح قول یہی ثابت ہوتا ہے کہ وحدتِ رؤیت کے لیے اتفاقِ مطلع شرط ہے اور اختلافِ مطلع کی صورت میں ہر علاقے کے لوگ اپنی اپنی رؤیت پر اعتماد کریں۔ یہی قول عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں قوی معلوم ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



راقم مقالہ کے مطالعے کے مطابق یہی مسلک جمہور محدثین اور فقہاء کی ایک بہت بڑی جماعت کا ہے' بلکہ حافظ ابن عبدالبر' علامہ ابن رشد اور ابن جزئ کلبی نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے' لیکن چونکہ عموی طور پر فقہاء اور عصر حاضر کے بعض مؤلفین اس قول کو جمہور علماء کے قول کے خلاف کہتے ہیں' اس لیے غیر مناسب نہ ہوگا اگر چند باتیں اس سے متعلق تحریر کر دی جائیں۔

اوّلاً : یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جو قول جمہور علماء کا ہو وہ حق سے زیادہ قریب اور دلیل کے لحاظ سے زیادہ قوی بھی ہو' جیسا کہ علمی دنیا میں کام کرنے والے حضرات پر مخفی نہیں ہے۔ چنانچہ متاخرین میں اہل تحقیق علمائے اہلحدیث نے متعدد مسائل میں قوی دلائل کی بنیاد پر جمہور علماء کی مخالفت کی ہے' جیسے کہ طلاقِ ثلاثہ اور بیس رکعاتِ تراویح وغیرہ۔ میری اس تحریر کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ میں مذہبِ جمہور کو اہمیت نہیں دیتا' بلکہ ایک طالب علم کی حیثیت سے راقم سطور کا یہ تجربہ ہے کہ عام طور پر جمہور کے مسلک کو چیلنج کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا اور چھوٹے علماء اور طالب علموں کو اچھی طرح غور وفکر کے بغیر جمہور کی رائے کو چیلنج نہیں کرنا چاہیے' البتہ جہاں دلائل روزِ روشن کی طرح واضح ہوں وہاں جمہور کی نہیں بلکہ دلیل کی قوت مانی جائے گی۔

ثانیاً : بہت سے مؤلفین جب کسی مسئلے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ جمہور کا مسلک ہے یا اس پر اجماع ہے' تو بسا اوقات اس میں اپنی رائے کی طرف جھکاؤ پایا جاتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ جب کسی فقیہہ یا عالم نے اپنی تحقیق اور معلومات کی بنیاد پر کسی مسئلے کو جمہور کا قول کہہ دیا' یا اس پر اجماع نقل کر دیا ہے' تو متاخرین بغیر کسی تحقیق وتمحیص کے اس نقل پر اعتماد کر لیتے ہیں' حالانکہ تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہاں پر لفظِ جمہور کا استعمال غلط ہے یا پھر ائمہ اربعہ کے مقلدین کے جمہور فقہاء ہیں [نہ کہ جمہور علماء یا جمہور محدثین] سردست زیر بحث موضوع کو لے لیا جائے کہ وحدتِ رؤیت کے مؤیدین بڑے زوردار انداز میں کہہ دیتے یا لکھ دیتے ہیں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جمہور علماء یا جمہور فقہاء و محدثین وحدتِ رؤیت کے قائل ہیں(۱۶۴) حالانکہ اس مسئلے پر

(۱۶۴) جس کی ایک قریب مثال یہ ہے کہ جریدہ ترجمان دہلی جلد ۲۲ شمارہ ۴۰'۴۱ کے ص ۱۳'۱۴ پر ایک مضمون شائع ہوا' جس کا عنوان ہے ''ایک ملک کی رؤیت ہلال'' [بعد میں معلوم ہوا کہ فاضل مضمون نگار نے اس بارے میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے اور اس میں بھی یہی کچھ لکھا ہے] فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون میں اس بات پر زور دیا ہے کہ جمہور فقہاء و محدثین کا یہی قول ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر موصوف نے اپنے مخالف کو ہٹ دھرم قرار دیا ہے [لاحول ولا قوۃ الا باللہ] حالانکہ یہ مضمون یا تو موصوف کی اپنی ذاتی تحقیق نہیں ہے [اور بدقسمتی سے بعض مؤلفین اور مضمون نگار حضرات میں یہ مرض بڑھتا جا رہا ہے] یا پھر انہوں نے علمی تحقیق کا حق ادا ہی نہیں کیا ہے جس کا اندازہ درج ذیل نکات پر غور کرنے سے ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں ''مذکورہ مضمون کی تائید وحمایت میں درج ذیل علماء وفقہاء اور محدثین کی آراء سامنے آئیں''۔

۱) جمہور فقہاء اور محدثین اس بات کی طرف گئے ہیں کہ..... الخ

یہ قول کس قدر حقانیت پر مبنی ہے' اس کی حقیقت اوپر ذکر کی جا رہی ہے۔

۲) موصوف نے دوسرا نام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا لیا ہے' چنانچہ المسوّیٰ شرح الموطأ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ''امام شافعی رحمہ اللہ رؤیت ہلال صرف چاند دیکھنے والا ملک اور اس کے قریب ممالک میں معتبر مانتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ تو ایک ملک کی رؤیتِ ہلال کو دیگر تمام ممالک میں قبول کیے جانے کے قائل ہیں۔''

اب سوال یہ ہے کہ محض دونوں قول نقل کر دینے سے شاہ صاحب کا مسلک کیسے جان لیا گیا؟ کیونکہ شاہ صاحب کی عبارت میں کسی ایک قول کی ترجیح کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔

۳) تیسرا نام موصوف نے امام ابن تیمیہؒ کا لیا ہے اور بطور دلیل مجموع فتاویٰ سے ایک مجمل قول نقل کیا ہے' جبکہ شیخ الاسلامؒ اختلافِ مطلع اور اس کے اعتبار کے قائل ہیں' چنانچہ الاختیارات الفقهية میں لکھتے ہیں:

''تختلف المطالع باتفاق أهل المعرفة بهذا، فان اتفقت لزم الصوم والا فلا وهو الأصح للشافعية وقول في مذهب أحمد'' (ص ۱۰۶)

''یعنی علم فلک کی معرفت رکھنے والے اہل علم اس پر متفق ہیں کہ اختلاف مطلع ایک حقیقت ہے اس لیے اگر مطلع ایک رہا تو روزہ رکھنا واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ مذہب شافعی کا صحیح قول یہی ہے اور امام احمد کے مذہب میں بھی ایک قول اسی کی تائید میں ہے۔''

۴) موصوف نے چوتھا نام امام شوکانی کا لیا ہے اور اس میں وہ حق بجانب ہیں۔

۵) موصوف نے پانچواں نام نواب صدیق حسن صاحب کا لیا ہے جس پر دو اعتراضات ہیں ◄◄

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تحقیقی نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے' البتہ یہ کہنا صحیح ہے کہ اگر

◄ اوّلاً: الروضۃ الندیۃ کے حوالے سے جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ نواب صاحب کی عبارت نہیں ہے بلکہ امام شوکانی کی عبارت ہے جس کی شرح نواب صاحب کر رہے ہیں۔

ثانیاً: مذکورہ کتاب میں نواب صاحب کا رجحان بظاہر وحدت رؤیت کی طرف معلوم ہوتا ہے لیکن ان کی دوسری تالیف فتح العلام [جو الروضۃ الندیۃ کے بعد کی تالیف ہے' دیکھئے مقدمہ فتح العلام ۱/۸] کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ نواب صاحب توحید رؤیت کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''وفی المسألة اقوال لیس علی أحدهادلیل ناهض والأقرب لزوم أهل بلد الرؤیة وما یتصل بها من الجهات التی علی سمتها'' ۲/۶۹۰۔ نواب صاحب کی اس عبارت سے پتا چلتا ہے کہ وہ اختلاف اور اس کے اعتبار کے قائل ہیں۔

۶۔ موصوف نے چھٹا نام علامہ البانیؒ کا لیا ہے اور اس میں وہ حق بجانب ہیں۔

۷۔ موصوف نے ساتواں نام علامہ قصیم شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ کا لیا ہے اور کاش کہ وہ ایسا نہ کرتے۔

موصوف لکھتے ہیں: شیخ محمد بن عثیمین مفتی مملکت سعودیہ عربیہ نے اپنی کتاب مجالس شہر رمضان عربی ص ۱۴ پر فتویٰ دیا ہے جس کا ترجمہ مختصر مجالس رمضان ص ۱۲ پر ہے..... نیز رمضان کی رؤیت ثابت ہو جانے کے بعد مطلع کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ حکم رؤیت پر موقوف ہے نہ کہ اختلاف مطلع پر۔

آپ ﷺ نے فرمایا: چاند کی رؤیت پر صوم رکھو اور چاند کی رؤیت پر صوم توڑو۔

موصوف نے یہی بات اپنی کتاب ''مکہ مکرمہ کی رؤیت'' میں بھی نقل کی ہے اور بدقسمتی یہ کہ وہاں عربی عبارت بھی نقل کر دی ہے۔

موصوف کی اس عبارت پر متعدد ملاحظات ہیں' لیکن بغرض اختصار ان تمام سے اعراض کر کے صرف ترجمہ کی غلطی پر توجہ دلاتا ہوں۔

سب سے پہلے شیخ ابن عثیمین کی عربی عبارت ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں:

علامہ مرحوم اس سلسلۂ کلام میں گفتگو کر رہے ہیں کہ دخولِ رمضان کا حکم دو باتوں سے ثابت ہوگا: اوّل چاند دیکھنا۔ دوم شعبان کے تیس دن کا پورا ہونا۔

رؤیتِ ہلال' اس کے ثبوت کے شرائط' چاند دیکھنے والے کی ذمہ داری اور حکومت کی طرف سے چاند کے ثبوت کا اعلان ہو جانے کے بعد اس کے مطابق عمل کے وجوب وغیرہ کے بیان کے بعد لکھتے ہیں:

واذا ثبت دخول الشهر ثبوتا شرعیا فلا عبرة بمنازل القمر لأن النبی ﷺ علق الحكم برویة الهلال لا بمنازله فقال ﷺ :((إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَإِذَا ◄

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تمام نہیں تو جمہور محدثین اس مسئلے میں توحید رؤیت کے خلاف ہیں جیسا کہ کتب حدیث پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جس سے ''وحدتِ رؤیت'' کے کافی نہ ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے' اس حدیث کی تخریج جن جن محدثین نے کی ہے تمام نے یہی استدلال کیا ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لیے معتبر نہیں ہے۔ علیٰ سبیل المثال:

۱) امام ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ اپنی سنن میں باب منعقد کرتے ہیں:

---

◄◄ رَاَیْتُمُوْہُ فَاَفْطِرُوْا )) مجالس شہر رمضان ص ۱٤۔

''اور جب [رمضان المبارک کے] مہینے کے دخول کا شرعی ثبوت مل جائے تو منازلِ قمر کا کوئی اعتبار نہیں ہے' کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے دخول ماہ کو رؤیت ہلال پر معلق کیا ہے' منازلِ قمر سے نہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: اِذَا رَاَیْتُمُ الْھِلَالَ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَاَفْطِرُوْا یعنی جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو افطار کرو۔''

میری سمجھ کے مطابق علامہ مرحوم یہ بات ان لوگوں کے ردّ میں لکھ رہے ہیں جو رؤیت ہلال پر اعتماد نہ کر کے علم فلک پر بھروسہ کرتے ہیں۔ لیکن غور کریں کہ موصوف نے شیخؒ کی عبارت کا مطلب بالکل ہی دوسری طرف پھیر دیا ہے۔ چنانچہ شیخ ابن عثیمینؒ لکھتے ہیں کہ ''منازل القمر'' کا کوئی اعتبار نہیں ہے' جس کا ترجمہ مضمون نگار نے ''مطلع کا اعتبار نہ ہوگا'' سے کیا ہے۔

نیز شیخ ابن عثیمینؒ لکھتے ہیں کہ '' علق الحکم برؤیة الھلال لا بمنزله'' یعنی شریعت نے دخولِ ماہ کو رؤیت ہلال سے معلق کیا ہے ''منازلِ قمر'' سے نہیں۔ اس عبارت کا ترجمہ موصوف نے: ''حکم رؤیت پر موقوف ہے نہ کہ اختلاف مطلع پر'' سے کیا ہے' یعنی ایک غلطی تو یہ کہ منازل کا ترجمہ مطالع سے کیا جا رہا ہے جبکہ یہ دونوں بالکل مختلف چیزیں ہیں۔

ثانیاً: لفظ ''اختلاف'' کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ اپنا مدعا ثابت کیا جا سکے۔

ترجمہ کی یہ غلطی موصوف مضمون نگار کی جلد بازی یا پھر کسی اور کے ترجمہ پر اعتماد کا نتیجہ ہے۔

قابل غور بات ہے کہ محترم مضمون نگار نے اپنی تائید میں سات نام درج کیے ہیں جن میں سے وہ صرف دو کے بارے میں حق بجانب ہیں' پھر بھی کس دلیری سے کہہ رہے ہیں کہ کچھ علماء اس مسئلے میں قدرے ہٹ دھرمی دکھاتے ہوئے جھٹ سے کہہ دیتے ہیں...... الخ

سبحانك ھذا بھتان عظیم!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب ماجاء لکل أهل بلد رؤیتهم

''باب اس بیان میں کہ ہر شہر کے لوگ اپنی رؤیت پر اعتماد کریں۔''

اس باب میں امام ترمذیؒ نے کریب عن ابن عباس کی وہی حدیث نقل کی ہے جس کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے۔(۱۶۵) امام ترمذی آگے لکھتے ہیں:

[حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح غریب والعمل علی هذا الحدیث عند أهل العلم أن لکل بلد رؤیتهم ](۱۶۶)

''عبداللہ بن عباس کی حدیث حسن صحیح غریب ہے اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ ہر ملک والوں کے لیے اپنی رؤیت ہے۔''

۲) سنن اربعہ کے ایک اور مؤلف امام ابوعبدالرحمٰن النسائیؒ اپنی کتاب السنن الکبریٰ اور المجتبیٰ [السنن الصغریٰ] میں حدیث ابن عباس کے لیے باب منعقد فرماتے ہیں۔

باب اختلاف أهل الآفاق فی الرؤیة (۱۶۷)

''اہل آفاق کا رؤیتِ ہلال میں اختلاف کا بیان۔''

۳) سنن اربعہ کے ایک تیسرے مصنف امام ابوداؤدؒ اسی حدیث ابن عباس کے لیے باب باندھتے ہیں:

باب اذا رؤی الهلال فی بلد قبل الآخرین بلیلة [ای فما الحکم](۱۶۸)

''یہ باب کہ اگر کسی ملک میں چاند دوسرے ملک سے پہلے دکھائی دے تو کیا حکم ہے۔''

۴) صحیح حدیثوں کو جمع کرنے والے مشہور امام محمد بن اسحاق ابن خزیمہؒ اپنی صحیح

---

(۱۶۵) سنن الترمذی، ج۳، ص ۷۶، کتاب الصیام، ۹۔

(۱۶۶) امام ترمذیؒ کی اس عبارت سے پتا چلتا ہے کہ ان کے عصر تک اس سلسلے میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں تھا، اور اگر تھا بھی تو قابل ذکر نہیں تھا۔ واللہ اعلم!

(۱۶۷) السنن الکبریٰ ۶۷/۲، والسنن النسائی ۱۶/۳ باب: ۵۔

(۱۶۸) سنن ابی داؤد، ابواب الصوم، باب: ۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں باب باندھتے ہیں:

**باب الدلیل علی أن الواجب علی أهل کل بلدة صیام رمضان لرؤیتهم لا لرؤیة غیرهم**

''اس حکم کی دلیل کہ ہر ملک والوں پر روزہ رکھنا اپنی رؤیت پر واجب ہے نہ کہ کسی غیر کی رؤیت پر۔''

پھر وہی حدیثِ ابن عباس نقل فرماتے ہیں جس کا ذکر چل رہا ہے۔(۱٦۹)

۵) حافظ عبدالعظیم منذریؒ ''صحیح مسلم'' کی تلخیص میں حدیث ابنِ عباس کے لیے باب باندھتے ہیں:

**باب لکل بلد رؤیتهم**(۱۷۰)

٦) امام نوویؒ نے بھی صحیح مسلم کی شرح کرتے ہوئے جب اس کی تبویب کی تو انہوں نے بھی اس حدیث [ابن عباس] کے لیے باب باندھا ہے:

**باب بیان أن لکل بلد رؤیتهم وأنهم اذا رأوا الهلال ببلد لا یثبت حکمه لما بعد عنهم** (۱۷۱)

''باب اس بیان میں کہ ہر ملک والوں کے لیے اپنی رؤیت ہے اور اگر کسی شہر میں چاند ہو گیا تو اس شہر سے دور ملکوں کے لیے یہ حکم ثابت نہ ہوگا۔''

۷) ایک سے زائد مؤلفین نے امام بخاری کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ بوّب البخاری :باب لکل بلد رؤیتهم۔(۱۷۲)

۸) امام مجد الدین ابن تیمیہؒ اپنی مشہور کتاب ''منتقی الأخبار'' میں حدیث ابن عباس کے لیے باب باندھتے ہیں:

---

(۱٦۹) صحیح ابن خزیمه' ج۳' ص ۲۰۵۔

(۱۷۰) مختصر صحیح مسلم' ص۱۵٦' تحقیق الالبانی۔

(۱۷۱) شرح صحیح مسلم' ج۷' ص ۱۹۷۔

(۱۷۲) امام القرطبی ۱/ ٤۷۱۔ تفسیر القرطبی ۲/ ۷۵٦ حفاظ السبکی ۷۵٦ھ العلم المنثور ص ۲۸ و الفقیه القرافی ٦۸٤ھ' الذخیرہ ۲/ ٤۹۱۔ واضح رہے کہ صحیح البخاری کے موجودہ نسخہ میں یہ باب موجود نہیں ہے' معلوم نہیں کہ یہ نسخوں کا اختلاف ہے یا ان ائمہ کا سہو۔ واللہ اعلم!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب الهلال اذا رأوه اهل بلد هل يلزم بقية البلاد الصوم ؟ (۱۷۳)

''باب یہ ہے کہ اگر ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو کیا باقی شہروں کو روزہ رکھنا لازم ہوگا؟''

۹) مشہور محدث امام ابن الاثیرؒ اپنی مشہور کتاب ''جامع الاصول فی احادیث الرسول'' میں حدیث ابن عباس کے لیے باب باندھتے ہیں:

باب اختلاف البلد فی الرؤية (۱۷٤)

''شہروں کا چاند دیکھنے میں اختلاف۔''

۱۰۔ اور اخیر میں جنہیں فی الحقیقت سب سے پہلے آنا چاہیے' امام بخاری و مسلمؒ وغیرہما کے استاذ امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہؒ اپنی کتاب ''المصنف فی الاحادیث والآثار'' میں باب منعقد فرماتے ہیں: ''فی القوم یرون الهلال ولا یرونه الآخرون'' پھر اس کے تحت عبداللہ بن سعید کا ایک اثر ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

[ذكروا بالمدينة رؤية الهلال وقالوا: انّ اهل استارة قد رأوه ' فقال القاسم وسالم :مالنا ولأهلة استارة ] (۱۷۵)

''مدینہ منورہ میں لوگوں نے بیان کیا کہ اہل 'استارہ' نے چاند دیکھا ہے تو قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ نے کہا کہ ہمیں استارہ سے کیا واسطہ؟''

کتبِ حدیث کا یہ سرسری جائزہ تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیر بحث مسئلے میں محدثین کی رائے بالکل واضح اور دوٹوک ہے کہ ہر علاقے کی اپنی رؤیتِ ہلال ہوگی اور جہاں چاند ہو جائے وہیں کے لوگ اس کے مکلف ہوں گے۔ برخلاف اس کے مجھے یاد نہیں ہے کہ کسی محدث نے یہ باب باندھا ہو کہ: ''اس بیان میں کہ ایک ہی جگہ کی رؤیت سارے عالمِ اسلام کے لیے کافی ہے''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے عالم کے لیے وحدتِ رؤیت کا اعتبار جمہور

---

(۱۷۳) منتقی الاخبار' ج۲' ص ۱٦۲۔

(۱۷٤) جامع الاصول' ج٦' ص ۳۲۵۔

(۱۷۵) المصنف' ج۲' ص ۳۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



محدثین یا جمہور علماء کا مسلک نہیں ہو سکتا' بلکہ اگر صرف یہ کہا جائے کہ فقہائے مذاہب اربعہ کے جمہور کا قول ہے تو یہ بات کسی حد تک قابل غور ہو سکتی ہے۔

ثالثاً : آج کل جس معنی میں وحدتِ رؤیت کو جمہور کا قول قرار دیا جا رہا ہے یہ بھی محل نظر ہے' کیونکہ میرے علم کے مطابق یہ حکم عام کہ خواہ اختلافِ مطلع ہو یا نہ ہو' دُور ہو یا بہت دُور' اقصیٰ مشرق میں ہو یا اقصیٰ مغرب میں' ہر جگہ کے لیے کسی ایک جگہ کی رؤیت کو کافی سمجھنا اور اسے بلا کسی شرط کے جمہور فقہاء کی طرف منسوب کرنا محلِ نظر ہے' کیونکہ بہت سے فقہاء جو اس بات کے قائل ہیں یا جن کی طرف وحدتِ رؤیت کا قول منسوب کیا جاتا ہے' انہوں نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ اس وحدت سے مراد وہ علاقے نہیں ہیں جو دور دراز اور بہت دور واقع ہوں۔

ذیل میں ہم چند فقہائے مالکیہ کا قول نقل کرتے ہیں' جسے تفصیل درکار ہو اور دوسرے مذاہب کے فقہاء کا مسلک دیکھنا چاہے وہ فضیلۃ الشیخ علامہ عبداللہ بن حمید رحمہ اللہ کا کتابچہ [تبیان الأدلة فی اثبات الأهلة] (۱۷۶) کا مطالعہ کر لے۔

۱) مشہور امامِ حدیث وفقہ حافظ ابن عبد البرؒ اپنی مشہور کتاب الاستذکار میں لکھتے ہیں:

قد أجمعوا أن لا تراعى الرؤية فيما أخر من البلدان كالأندلس من خراسان وكذلك كل بلد له رؤية الا ما كان كا لمصر الكبير وما تقاربت أقطاره من بلاد المسلمين۔ (۱۷۷)

''علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ دور دراز شہر جیسے اندلس سے خراسان کے لیے رؤیت کا اعتبار نہیں ہوگا' اسی طرح ہر وہ شہر جس کی اپنی رؤیت مختلف ہے۔ ہاں! ایک ہی بڑے شہر اور دو ایسے شہر جن کی رؤیت ایک ہے ان کے لیے رؤیت معتبر مانی جائے گی۔''

---

(۱۷۶) علامہؒ نے اس کتابچہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ نقل وعقل کی روشنی میں وحدتِ رؤیت کے بطلان کو ثابت کیا ہے۔

(۱۷۷) الاستذکار' ج ۱۰' ص ۳۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حالانکہ یہی امام ابن عبدالبرؒ اپنی دوسری کتاب ''الکافی فی فقه اهل المدینة'' میں لکھتے ہیں کہ:

اذا رؤی الهلال فی مدینة أو بلد رؤیة ظاهرة او ثبتت رؤیته بشهادة قاطعة ثم نقل ذلك عنهم الی غیرهم بشهادة شاهدین لزمهم الصوم ولم یجز لهم الافطار۔ (۱۷۸)

''جب کسی شہر یا ملک میں رؤیتِ ہلال کا واضح ثبوت ہو جائے' پھر اس کی خبر دوسروں کو دو گواہوں سے پہنچ جائے تو ان کے اوپر روزہ رکھنا واجب ہوگا اور ان کے لیے افطار کرنا جائز نہ ہوگا۔''

اس کے باوجود اجماع کا دعویٰ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بعض علماء وفقہاء نے جو یہ کہا ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت دور وقریب ہر جگہ کے لیے کافی ہے تو اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ اس دوری سے مراد وہ دُوری ہے جس کی وجہ سے مطلع میں اختلاف واقع ہو جائے' بلکہ صرف اتنی گنجائش نکلتی ہے کہ ایک ہی خط طول البلد میں واقع دور ونزدیک کے شہروں کے لیے چاند کا ثبوت مانا جا سکتا ہے۔

۲) ایک دوسرے مالکی امام ابن جزئی الکلبی لکھتے ہیں کہ:

اذا رآه أهل بلد لزم الحکم غیرهم من أهل البلدان 'وفاقا للشافعی خلافا لابن الماجشون ' ولایلزم البلاد البعیدة کالاندلس والحجاز اجماعا۔ (۱۷۹)

''جب کسی شہر کے لوگ چاند دیکھ لیں تو تمام شہروں کے لوگوں پر یہ حکم لاگو ہوگا' اس پر امام شافعی کی موافقت اور ابن ماجشون کی مخالفت ہے' البتہ بہت دور کے شہر جیسے اندلس اور حجاز کے لیے یہ حکم نہ ہوگا' اس پر اجماع ہے۔''

۳) ایک تیسرے مالکی امام ابن رشد اپنی مشہور کتاب "بدایة المجتهد" میں لکھتے ہیں:

---

(۱۷۸) الکافی' ج۲' ص ۳۳٤۔۳۳۵۔

(۱۷۹) القوانین الفقهیة' ص ۷۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واجمعوا انه لایراعی ذلك فی البلدان النائیة کالاندلس والحجاز(۱۸۰)

''اس پر علماء نے اجماع کیا ہے کہ بہت دور کے شہر جیسے اندلس وحجاز میں یہ حکم نافذ نہ ہوگا۔''

۴) ایک اور مالکی فقیہ محمد الدسوقی المتوفی ۱۲۳۰ھ نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ ''رؤیتِ ہلال'' کے سلسلے میں جو فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کسی ایک جگہ کی رؤیت دُور ونزدیک ہر جگہ کے لیے کافی ہے تو اس سے مراد بہت دور کے شہر نہیں ہیں۔(۱۸۱)

۵) اسی طرح "موسوعة الفقه المالکی" کے مؤلف لکھتے ہیں:

اذا رآه أهل بلد لزم الحکم غیرهم من أهل البلدان ' وفاقا للشافعی خلافا لابن الماجشون' ولایلزم البلاد البعیدة جدا کالاندلس والحجاز اجماعاً۔(۱۸۲)

اس مفہوم کے مزید اقوال کو ذکر کر کے بحث کو طول نہیں دینا چاہتا بلکہ صرف یہ بتا دینا مقصود ہے کہ فقہائے متقدمین نے جب یہ کہا ہے کہ ایک شہر کی رؤیت دور ونزدیک ہر جگہ کے لیے کافی ہے تو اس سے مراد ایسی دوری نہیں ہے کہ اس دوری کی وجہ سے مطلع کا اختلاف ہو جائے۔ کتب فقہ وحدیث کے مطالعہ سے راقم سطور نے یہی سمجھا ہے۔ اب اہل علم اور خصوصاً فقہ واصول سے تعلق رکھنے والے اصحاب کو اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ رؤیتِ ہلال کی وحدت کے بارے میں فقہاء نے جو قریب وبعید کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے متعلق میری سمجھ کہاں تک صحیح ہے؟ مجھے اپنی رائے پر نہ اصرار ہے اور نہ ہی میری سمجھ کوئی حرفِ آخر ہے۔ نیز یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ مشہور محقق ڈاکٹر بکر بن ابوزید حفظہ اللہ نے بھی رؤیت ہلال کی عدم وحدت کو جمہور اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب قرار دیا ہے جس سے میری رائے کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!(۱۸۳)

---

(۱۸۰) بدایة المجتهد' ج۲' ص ۵۶۳۔

(۱۸۱) حاشیة الدسوقی علیٰ الشرح الکبیر' ج۲' ص ۱۳۱۔

(۱۸۲) موسوعة الفقه المالکی' ج۵' ص ۳۶۳۔

(۱۸۳) فقه النوازل' ج۳' ص ۳۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نیز شیخ مصطفیٰ الزرقاء نے جب مجمع الفقهی الاسلامی منعقدہ ۱۴۰۶ھ میں وحدتِ رؤیت کو جمہور کا مذہب قرار دیا تو مناقشہ میں رئیسِ مجلس شیخ ابن بازؒ نے ان الفاظ میں اعتراض کیا: یا فضیلة الشیخ نقطة توضیحیة بسیطة: الحقیقه أن اختلاف المطالع هو الذی علیه الجمهور وأنتم تفضلتم قلتم ان الذی علیه الأکثر هو الجائز حتی ان ابن عبد البر حکی الاجماع علی اختلاف المطالع۔ تو اس کے جواب میں شیخ مصطفیٰ نے صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا: لکم رأیکم وأنا رأیی أنه یکفینا أن نلقی اللّٰه برأی امامین عظیمین ولو خالفهما الاکثر۔(۱۸۴) لہٰذا اگر کوئی شخص وحدتِ رؤیت کے برعکس یہ کہے کہ گزشتہ نقول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ائمہ مجتہدین کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ اختلافِ مطلع کی صورت میں وحدتِ رؤیت کا اعتبار ہوگا تو وہ بڑی حد تک حق بجانب ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ اختلافِ مطلع کی بنیاد پر رؤیت ہلال کا حکم بھی بدلے گا' کاتبِ مقالہ کے نزدیک راجح مسلک یہی ہے۔ امام حافظ ابن عبد البر نے اسی کو اختیار کیا ہے اور صحابہ ﷺ کا اس پر تقریباً اجماع نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قال ابو عمر الی القول الاوّل أذهب لان فیه اثرا مرفوعا وهو حدیث حسن تلزم به الحجة وهو قول صاحب کبیر لا مخالف له من الصحابة وقول طائفة من فقهاء التابعین ومع هذا ان النظر یدل علیه عندی لأن الناس لا یکلفون علم ما غاب عنهم فی غیر بلدهم ولو کلّفو ذٰلك لضاق علیهم ' الی آخر کلامه رحمه اللّٰه (۱۸۵)

''ابوعمر کہتے ہیں: میں پہلے مسلک کو اختیار کرتا ہوں کیونکہ اس بارے میں ایک مرفوع حدیث ہے جو حسن کے درجہ کو پہنچتی ہے جس سے حجت قائم ہوتی ہے۔ یہی قول ایک بڑے صحابی [ابن عباس] کا ہے اور صحابہ میں سے ان کا کوئی مخالف نہیں ہے۔ تابعین میں سے فقہاء کی ایک جماعت کا بھی یہی مسلک ہے۔ علاوہ ازیں میرے نزدیک عقل بھی اس پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ جو چیز لوگوں

(۱۸۴) مجلة مجمع الفقه الاسلامی' العدد الثانی' الجزء الثانی' ص ۹۹۲۔

(۱۸۵) التمهید' ج ۱۴' ص ۳۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے غائب ہو اس کا مکلف انہیں بنایا نہیں جا سکتا' اگر ایسا کیا جائے تو انہیں بڑی مشقت کا سامنا ہوگا''۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ الاختیارات الفقهية سے ظاہر ہے(۱۸۶) امام خطابی نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے' چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: اذا رأيتموه ' جعل ﷺ العلة في وجوب الصوم رؤية الهلال وأوجب على كل قوم أن يعتبروه بوقت الرؤية في بلادهم دون بلاد غيرهم ' فإن البلاد تختلف أقاليمها في الأرتفاع والانخفاض فربما رؤى الهلال في بعضها ولم ير في بعض ' فحكم أهل كل أقليم معتبر بأرضهم وبلادهم دون بلاد غيرهم(۱۸۷)

''آپ ﷺ کا فرمان: [إِذَا رَأَيْتُمُوهُ] اس حکم میں اللہ کے رسول ﷺ نے وجوبِ صوم کے لیے رؤیت کو علت قرار دیا ہے اور ہر قوم پر واجب قرار دیا ہے کہ ہر قوم کے لوگ اپنے شہر کی رؤیت اور اس کے وقت کا اعتبار کریں نہ کہ دوسرے شہر کی رؤیت کا' کیونکہ ایک ملک دوسرے ملک سے ارتفاع وانخفاض میں مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے بسا اوقات ایک شہر میں چاند دکھائی دیتا ہے اور دوسرے شہر میں دکھائی نہیں دیتا۔ اس لیے ہر علاقے کا حکم اس سرزمین میں معتبر ہوگا' دوسرے شہروں میں نہیں۔''

ہندو پاک کے جمہور علمائے اہل الحدیث کا بھی یہی مسلک رہا ہے۔(۱۸۸) مشہور عالم علامہ ابو سعید شرف الدینؒ محدث دہلوی اور حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑیؒ نے اس سلسلے میں مستقل مقالے تحریر کیے ہیں۔(۱۸۹) آں جناب نواب

---

(۱۸۶) الاختيارات الفقهية ص ۲۹' یہیں سے پتا چلتا ہے کہ جن لوگوں نے شیخ الاسلام کی طرف وحدتِ رؤیت کی نسبت کی ہے' وہ صحیح نہیں ہیں۔

(۱۸۷) اعلام الحديث شرح صحيح البخاري ۲ / ۹۴۳۔

(۱۸۸) فتاویٰ ثنائیہ ۱/۴۲۵' شیخ الحدیث مبارکپوریؒ نے الرعاۃ ج ۶ ص ۳۰۵، ۳۰۶ طبعہ قدیمہ اور رمضان سے متعلق رسالے میں اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ ص ۹'۸۔

(۱۸۹) دیکھئے فتاویٰ ثنائیۃ ۱ / ۶۵۹۔ فتاویٰ اهلحديث ۳ / ۳۰۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صدیق حسن خاںؒ نے ''فتح العلام'' شرح بلوغ المرام میں اسی مذہب کو اختیار کیا ہے'(۱۹۰) سعودی عرب کے مقتدر علماء کی فتاویٰ کمیٹی نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے'(۱۹۱) نیز رابطہ عالم اسلامی کے زیر نگرانی کام کرنے والی کمیٹی مجمع الفقہ الاسلامی نے اسی کی تائید میں قرار صادر کیا ہے'(۱۹۲) بلکہ سعودیہ عربیہ کے جمہور فقہاء وعلماء نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے اور اپنے فتووں میں اس مسلک کو تفصیل سے واضح کیا ہے' خصوصاً شیخ محمد بن عثیمینؒ نے اپنے متعدد فتووں میں اس موضوع کو مدلل بیان کیا ہے'(۱۹۳) خود سماحۃ العلامۃ ابن بازؒ(۱۹۴) نے بھی اس مسئلے کو دلیل کے لحاظ سے قوی تسلیم کیا ہے' حالانکہ شیخ کا مسلک اور فتویٰ توحیدِ رؤیت کے اعتبار پر ہے۔ چنانچہ اپنے ایک فتوے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهذا القول له حظه من القوة وقد رأى القول به أعضاء مجلس هيئة كبار العلماء في المملكة العربية السعودية جمعا بين الأدلة' والله ولي التوفيق۔ (۱۹۵)

''یہ قول بھی ایک درجہ قوی ہے اور دلیلوں میں تطبیق دیتے ہوئے مملکت سعودی عرب کے مقتدر علماء کی کمیٹی کے ممبران نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔''

---

(۱۹۰) فتح العلام ۲ / ۶۹۰۔ بلوغ المرام کے شارح امیر یمانیؒ نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے' سبل السلام ۲ / ۳۱۰۔

(۱۹۱) ابحاث هيئة كبار العلماء ۳ / ۲۹ وفتاوىٰ شيخ ابن باز ۱۵ / ۷٤.

(۱۹۲) مجلة مجمع الفقه الإسلامي عدد۲ ، ۲ / ۹۲۵، نیز دیکھئے قرارات المجمع الفقهي الاسلامي ص ۸۲، ۸۳۔

(۱۹۳) دیکھئے فتاویٰ ورسائل شیخ عبدالرزاق عفیفی ص۴۲۳، المنتقى من فتاوى الشيخ الفوزان ج ۳ص ۱۲۳، ۱۲۵' فتاویٰ رمضان ص ۱۰۶' ۱۰۷ و فتاویٰ ابن عثیمین ج۱۹ ص٤٤تا٦٢۔

(۱۹۴) یہ بات اس لیے کہی جارہی ہے کہ لوگ جب اس موضوع کو چھیڑتے ہیں تو مذکورہ شخصیات خصوصاً ابن بازؒ کا نام بڑے زوردار انداز میں لیتے ہیں۔

(۱۹۵) فتاویٰ ابن باز' ج۱۵' ۸٤۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وحدتِ رؤیت کی تائید میں جہاں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ جمہور فقہاء ومحدثین کا یہی مسلک ہے' وہیں پر یہ نکتہ بڑے زور وشور سے اٹھایا جاتا ہے کہ عید الفطر وبقرعید اور روزہ وغیرہ میں مسلمانوں کے اتحاد کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کی وحدت برقرار رہتی ہے' ورنہ یہ بہت ہی غیر معقول بات ہے کہ ایک کلمہ پڑھنے والے مسلمان اپنی سالانہ تقریبات کے موقع پر مختلف نظر آئیں' کوئی جمعرات کو عید منا رہا ہے تو کسی نے اس سے قبل چہار شنبہ کو عید منالی ہے' تو کوئی جمعہ کو۔ اس طرح مسلمان غیر قوموں کی نظر میں مضحکہ خیز بن جاتے ہیں' وغیرہ وغیرہ۔

یہ ایسا نکتہ ہے جسے علامہ احمد شاکرؒ نے خوب اٹھایا اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جب بھی وحدتِ رؤیت کا موضوع چھیڑا ہے اس کا ذکر کیا ہے۔(۱۹۶)

ان بزرگوں کے ان جذبات کی قدر ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اوّلاً تو وحدتِ رؤیت کی شکل میں کسی بھی طرح یہ جذبات پورے نہیں ہو سکتے' خواہ دنیا کے کسی مقام کو مرکز رؤیت مان لیا جائے یا عام چھوڑ دیا جائے' کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دن ورات کی آمد ورفت کا کچھ ایسا سلسلہ رکھا ہے کہ یہ اتحاد ممکن ہی نہیں ہے' جیسا کہ اس کی بعض مثالیں پیچھے گزر چکی ہیں۔ یہاں ایک اور مثال پر غور کر لیجیے۔

معلوم ہے کہ جزیرہ فیجی میں جب صبح ہوتی ہے تو لندن میں اس وقت سورج ڈوبنے کی تیاری کر رہا ہوتا ہے۔ اور فیجی میں یہ صبح وہ ہوتی ہے جس صبح کا سورج لندن میں ابھی بارہ گھنٹے یا اس کے کچھ بعد طلوع ہوگا۔ ایسی صورت میں اگر لندن میں روزے کا چاند یا عید کا چاند دکھائی دیتا ہے تو اہل فیجی کی بارے میں کیا حکم ہوگا؟ اگر انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے تو انہوں نے طلوعِ فجر سے قبل روزے کی نیت نہیں کی ہے' بلکہ چونکہ ان کے یہاں ابھی شعبان کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ ہوگی اس لیے رات میں نیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اگر انہیں روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تو توحید صوم کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اسی پر عید کو بھی قیاس کر لیا جائے۔ نیز اگر یہی مسافت

---

(۱۹۶) دیکھئے مجلہ الفقہی 'عدد ۲' جلد ۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشرق میں اور بڑھا دی جائے تو روزہ وعید میں وحدت کا مسئلہ اور بھی مشکل نظر آتا ہے۔ اس لیے حق تو یہ ہے کہ رؤیت ہلال کی بنیاد پر مسلمانوں کی عید اور روزے کے اندر وحدت کا مسئلہ مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ فلیتدبروا یا اولی الابصار۔

ثانیاً: احکام شریعت میں تبدیلی یا اس بارے میں رواداری سے اسلامی وحدت برقرار نہیں رہ سکتی' بلکہ انسانی دلوں' جسموں اور ماحول پر اسلامی قوانین کا نفاذ ہی اسلامی وحدت کی ضمانت ہے۔ اگر یہ چیز غائب رہی تو عید الفطر و روزہ اور بقر عید وغیرہ میں وحدت پیدا کر کے مسلمانوں کی حقیقی قوت بحال نہیں کی جا سکتی۔

ماضی قریب کی تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ وحدتِ عید و روزہ کے ذریعہ امت میں وحدت پیدا کرنے کی یہ کوئی نئی آواز نہیں ہے۔ چنانچہ آج سے تقریباً تیس سال قبل پاکستان میں یہ آواز اٹھائی گئی تھی کہ مشرقی پاکستان [ موجودہ بنگلہ دیش ] اور مغربی پاکستان کی عید و روزے میں وحدت ہونی چاہئے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ مشرقی پاکستان میں رؤیت ہلال کی شہادت نہ ملنے کے باوجود زبردستی عید منوائی گئی اور لوگوں کو افطار کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس واقعہ پر مولانا اسماعیل صاحبؒ گوجرانوالہ نے الاعتصام ۱۷ اپریل ۱۹۶۷ء میں ایک لمبا مضمون لکھا جس میں رؤیت ہلال سے متعلق موجودہ مسائل پر گفتگو کی اور آخر میں تحریر فرمایا:

## عید اور وحدتِ ملت:

۲۹ رمضان کے ریڈیو سے معلوم ہوا کہ ڈھاکہ میں چاند نظر نہیں آیا' لیکن کمشنر صاحب مشرقی پاکستان نے وہاں بھی عید کا اعلان کر دیا۔ معلوم نہیں کیوں کیا گیا؟

بات یہ ہے کہ اختلافِ مطلع ایک حقیقت ہے۔ وحدتِ ملت کی دلیل صرف عید ہی کو تصور کرنا حقائق سے مطابقت نہیں۔ اگر ڈھاکہ میں عید اتوار کو ہو جاتی تو اس سے ملت کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ موسمیات کے محکمہ سے ہی دریافت فرمائیے' اگر ڈھاکہ کا مطلع مغربی پاکستان سے مختلف ہے تو ان لوگوں کو عید پر کیوں مجبور کیا جائے؟ کمشنر صاحب ہزاروں روزے تڑوانے یا رکھنے کا گناہ اپنے ذمہ کیوں لیں؟ یہ نہ شرعاً درست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے نہ عقلاً۔ محکمہ موسمیات اس کا فتویٰ دے سکتا ہے۔ مسلمان بحمد اللہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں' ان سب کا ایک دن عید منانا ممکن ہی نہیں اور نہ یہ وحدت شرعاً مطلوب ہے۔ حجاز' مصر اور شام میں عید جمعہ کو ہو تو وحدتِ ملت کو کچھ نقصان نہیں۔ ڈھاکہ میں چاند نظر نہ آنے کی وجہ سے اگر عید اتوار کو ہو تو اس میں وحدتِ ملت کو کون سا نقصان پہنچ سکتا ہے؟ بلکہ وحدتِ ملت اس میں ہے کہ ملت کے احکام اور قواعد کی صحیح پابندی کی جائے۔ دانشمندی یہ ہے کہ جب اتنی دور کے منطقہ میں چاند نظر نہیں آیا تو معاملے کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے' طے شدہ مسائل کے خلاف پبلک سے کچھ کہنا حکومت کے وقار کا تقاضا ہرگز نہیں۔(۱۹۷)

(۱۹۷) فتاویٰ سلفیہ' ص ۵۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# خاتمہ اور بعض سفارشات

**الحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات**

بفضلہٖ تعالیٰ رؤیتِ ہلال اور وحدتِ رؤیت سے متعلق یہ بحث خاتمہ کو پہنچی۔ موضوع سے متعلق آیات واحادیث کے مطالعہ اور اقوالِ اہلِ علم کی روشنی میں یہ لمبا سفر طے کرنے کے بعد راقم سطور جس نتیجے پر پہنچا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱) مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے دینی ودُنیوی معاملات میں شرعی مہینوں کا التزام کریں' کیونکہ یہی مہینے خالقِ کائنات کے مقرر کردہ ہیں اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے دینِ قیم قرار دیا ہے۔

۲) شرعی مہینوں کی معرفت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے صرف رؤیت ہلال رکھا ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ سے بھی اس کی اہمیت کو بیان فرمادیا ہے' اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ عمومی طور پر پورے سال اور خصوصی طور پر شعبان ورمضان اور ذی الحجہ وغیرہ مہینوں کے لیے رؤیتِ ہلال کا اہتمام کریں' حتیٰ کہ جمہور فقہاء نے اسے فرضِ کفایہ قرار دیا ہے۔

۳) شرعی مہینوں کی ابتدا وانتہا کی تعیین کے سلسلے میں علمِ فلک اور حسابِ نجوم پر اعتماد جائز نہ ہوگا' البتہ جدید ٹیکنالوجی اور علمِ فلکیات کے ماہرین سے اس سلسلے میں مدد لی جاسکتی ہے' لیکن اس کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

۴) یہ ایسا مسئلہ ہے کہ علمائے اُمت کا اس پر اجماع چلا آرہا ہے جس کی مخالفت جائز نہیں ہے' کیونکہ اجماعِ اُمت کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف فرمانِ الٰہی ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الْمُؤْمِنِيْنَ.....الآية﴾ حجت ہے۔

۵) جن بعض فقہاء سے اس بارے میں خلاف مروی ہے۔

ا) اوّلاً تو ان میں سے اکثر کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں ہے۔

ب) ثانیاً انہوں نے ایک محدود دائرے میں علمِ فلک پر اعتماد کو جائز قرار دیا ہے۔

ج) ثالثاً ان کا یہ عمل حدیثِ رسول ﷺ [صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا الْعِدَّةَ] کے صریح خلاف ہے۔

د) رابعاً صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اور ان کے بعد کے ائمہ متبعین کا اجماع ان کے خلاف حجت ہے۔

۶) علمِ فلک اور علمِ ہیئت کا معاملہ ابھی تک ظن کی حدود میں ہے اور متعدد اعتبار سے وہ شریعت سے ٹکراتا ہے' اس لیے قابلِ قبول نہیں ہے۔

۷) اختلافِ مطلع نہ صرف ایک عملی حقیقت ہے بلکہ علمائے شرع متین کا اجماع ہے کہ اختلافِ مطلع ایک بدیہی امر ہے۔

۸) البتہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اختلافِ مطلع ابتدائے صوم وفطر پر اثر انداز ہے یا ایک علمی حقیقت ہونے کے باوجود مسلمانوں کی عبادات پر اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اختلافِ مطلع کے باوجود عالمِ اسلامی کے لیے کسی ایک جگہ کی رؤیت کافی ہے یا یہ کہ ہر شہر اور ملک والے صرف اپنے علاقے کی رؤیت کے مکلّف ہوں گے۔

۹) اس کی تفصیل میں مختلف اقوال ہیں اور ہر ایک کی اپنی دلیل ہے' جو اصل مقالے میں درج ہے۔

۱۰) اس بارے میں دو رائیں زیادہ قابلِ احترام اور لائقِ اعتبار ہیں:

اوّل: دنیا میں کسی بھی جگہ اگر چاند کا ثبوت ہوتا ہے تو تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



د) : اتفاقِ مطلع کی صورت میں وحدتِ رؤیت کا اعتبار ہوگا اور جن علاقوں کا مطلع مختلف ہے وہاں کی رؤیت بھی مختلف ہوگی۔

باقی دوسرے اقوال یا تو مذکورہ اقوال کے ضمن میں آتے ہیں یا پھر ان پر کوئی قوی دلیل نہیں ہے۔

۱۱) خاص طور پر یہ قول کہ ''تمام عالم اسلامی کے لیے صرف مکہ مکرمہ کی رؤیت کا اعتبار ہے'' دلیل سے بالکل عاری اور قول شاذ ومردود ہے۔ نہ تو علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ سے قبل کوئی عالم اس کا قائل ہے اور نہ ہی ان کے بعد کسی قابلِ ذکر عالم نے ان کی تائید کی ہے' بلکہ حق یہ ہے کہ علامہ رحمہ اللہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

۱۲) نصوصِ کتاب وسنت' صحابہؓ کرام اور ان کے بعد کے علماء کے تعامل کی بنیاد پر کاتبِ مقالہ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ اختلافِ مطلع کا اثر رؤیتِ ہلال پر ضرور پڑتا ہے' اس لیے جن علاقوں کا مطلع مختلف ہوگا وہاں وحدتِ رؤیت کا اعتبار نہ ہوگا۔ جمہور علماء ومحدثین کی رائے یہی ہے۔

۱۳) البتہ جو یہ کہا جاتا ہے کہ جمہور علماء ومحدثین وحدتِ رؤیت کے قائل ہیں' تو یہ دعویٰ دلیل سے عاری اور حقیقت سے دور ہے۔ ہاں! اگر یہ کہا جائے کہ فقہائے مذاہب اربعہ کے جمہور وحدتِ رؤیت کے قائل ہیں تو یہ بات کسی حد تک قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔

۱۴) واضح رہے کہ جو علماء وحدتِ رؤیت کے قائل ہیں ان کے پاس بھی اپنے دلائل ہیں اور اپنی جگہ ان دلائل کا ایک وزن بھی ہے اور ان شخصیات کا دل میں ایک مقام بھی' اس لیے دلائل کو سامنے رکھ کر ان سے اختلاف کے باوجود ان کا احترام اور ان کی آراء کا پاس ولحاظ ضروری ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حق ان کے ساتھ ہو' لیکن کاتبِ مقالہ اپنی وسعت بھر تحقیق کے بعد جس نتیجے پر پہنچا ہے امانت داری سے اس کا اظہار کر دیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ عالم الغيب والشهادة انت تحكم بين

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبادك فيما كانوا فيه يختلفون' اهدني لما اختلف فيه من الحق باذنك انك تهدى من تشاء الى صراط مستقيم ۔

۱۵) اس کے باوجود کاتب مقالہ یہی بہتر سمجھتا ہے کہ کسی بھی جگہ کے عوام اور طلابِ علم اپنے یہاں موجود علماء اوران کی رائے سے اختلاف کر کے اپنا الگ تشخص نہ بنائیں' بلکہ اگر کسی جگہ کے اہل علم وحدتِ رؤیت کے قائل ہیں تو وہاں کے لوگوں پر ان کی اتباع لازمی ہے' یہ چیز وحدتِ اُمت کے لیے اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۶) جمعیت اہل حدیث' سیمینار میں شریک اہل علم اور اہل قلم حضرات سے چند سفارشات:

وحدتِ رؤیت کا اعتبار یا عدم اعتبار ایک خالص علمی مسئلہ ہے۔ قدیم وجدید' ہر زمانے کے اہل علم کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ پاک وہند کے علمائے اہلحدیث کی اکثریت بلکہ بڑی اکثریت عدم اعتبار کی قائل رہی ہے' بلکہ مملکتِ سعودیہ عربیہ کے اکثر اہل علم بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے کو عوام میں لانے سے قبل اہلِ علم کے درمیان بحث وتنقیح کے مراحل سے گزار لیا جائے' کیونکہ اگر اس مسئلے کو عوای پر چوں' اخبارات اور جلسوں میں اٹھایا گیا تو اس کے نتائج افتراق و انشقاق کی شکل میں ظاہر ہوں گے' جیسا کہ متعدد ملکوں میں اس کی مثال موجود ہے۔ چونکہ عوام اور نوجوان وکم علم طلبہ جو عموماً جذباتی ہوتے ہیں اس لیے ان تک جب کوئی ایسا مسئلہ پہنچتا ہے تو وہ کسی کی عقیدت اور اپنی کم فہمی کی وجہ سے بسا اوقات ایک مسئلے کو لے اٹھتے ہیں' جس کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت بلکہ خود جمعیت بھی افراق وانتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ ماضی قریب وبعید میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ بنابریں میری رائے یہ ہے کہ جمعیت اہلحدیث نے جب اس مسئلے کو اٹھایا ہے تو چاہیے کہ اہل علم وفکر کی مدد سے اس مسئلے پر اچھی طرح غور کر کے کوئی ایسی قرار صادر کرے جس پر تمام لوگ عمل کے مکلف ہوں۔ اس بارے میں ماہرینِ علم فلک سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ کیا ہی خوب ہو' اگر دوسری جماعتوں کے اہل علم وفقہ حضرات کو بھی اپنی رائے پیش کرنے کی دعوت دی جائے' اور مسئلے پر اچھی طرح نظر ثانی وثالث ہو جانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے بعد جب کوئی متفقہ قرار داد پاس ہوتو اسے ہندوستان کے تمام علاقوں میں پہنچایا جائے' اس کے مطابق عمل کی دعوت دی جائے' اور وحدتِ اُمت کی اہمیت کو لوگوں کے سامنے رکھا جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام مشکل نہیں ہے اور نہ ہی ہندوستان کی سرزمین اہل فکر ونظر سے خالی ہے۔ اطلاعاً نہیں بلکہ یاددہانی کے طور پر عرض ہے کہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے تحت کام کرنے والی ''المجمع الفقهي الاسلامي'' میں یہ موضوع کئی سالوں تک زیر بحث رہا ہے اور ہر مکتبِ فکر کے اہل علم اپنے مقالات اور مناقشے کے ذریعے شریک رہے ہیں' وہ مقالے اور مناقشے بلفظہ کتابی شکل میں موجود ہیں' اس سے کافی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُمتِ مسلمہ کی وحدت کو باقی رکھنے کے لیے خاص طور پر عصرِ حاضر میں یہ کام بہت ضروری ہے اور جمعیت اہلحدیث کے امکان سے باہر نہیں ہے۔

البتہ جب تک یہ مسئلہ بحث ومناقشہ کی بھٹی میں چڑھنے کے بعد بالکل نکھر کر سامنے نہیں آتا اُس وقت تک اُمت کو اسی طریقے پر رہنے دیا جائے جس پر وہ آج چودہ صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ اس دوران ہر علاقے کے اہلِ علم' ائمۂ مساجد اور خطبائے منابر حضرات سے درخواست ہے کہ عوام کو انتشار وافتراق سے بچائیں اور ملت کی وحدت کو کسی بھی صورت پاش پاش نہ ہونے دیں۔

گرامی قدر حضرات! یہ بات صرف وحدتِ رؤیت کے مسئلے تک محدود نہیں رہنی چاہیے بلکہ دیگر مسائل جو اُمت مسلمہ میں عموماً اور جمعیت اہل حدیث میں خصوصاً اختلاف کا سبب بنتے ہیں' ان کے بارے میں بھی ایسا ہی سوچنا چاہیے۔ بسا اوقات علماءِ اہل حدیث متفق ہوتے ہیں' لیکن ایک طالب علم جو ابھی تک علم وادراک اور عقل وتجربہ کے ابتدائی مراحل میں ہوتا ہے' کبھی کبھار وہ اپنی ناقص تحقیق جو علمائے اہلحدیث کے مسلک کے خلاف ہوتی ہے یا کسی دوسرے عالم [ جس کی تحقیق سے وہ مرعوب ہوتا ہے ] کی تحقیق کو پڑھتا ہے تو اختلاف کی پرواہ کیے بغیر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تحقیق کو جلد ہی منظر عام پر لائے' خواہ تحریری شکل میں ہو یا تقریر کی شکل میں' کتابی شکل میں ہو یا پرچوں میں مقالے اور بحوث کی شکل میں۔ حالانکہ اس کے نتائج بہتر ظاہر نہیں ہوتے بلکہ عوام اور کم علم جوانوں اور جذباتی دین دار لوگوں کی وجہ سے جمعیت اور اس کے افراد میں انتشار پیدا ہوتا ہے' جس کی وجہ سے جمعیت اہلحدیث دوسری جماعتوں کے سامنے مضحکہ خیز بن جاتی ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جسے آپ حضرات مجھ سے زیادہ جانتے ہیں' اس لیے ضروری ہے کہ کسی بھی ایسے مسئلہ کو جس سے عوام میں انتشار کا خوف ہو' عوام میں پھیلانے سے پرہیز کیا جائے۔ درس وتدریس اور علمی مجلس میں ایسے مسائل کا ذکر مناسب ہوتا ہے' البتہ بغیر علمائے حق کی تصدیق کے عوام میں ایسے مسائل کا ذکر قطعاً مناسب نہیں ہے۔ درج ذیل واقعہ کا ذکر شاید یہاں غیر مناسب نہ ہوگا۔

مشہور تابعی عبیدہ السلمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ اُمّ ولد کا بیچنا جائز ہے [ حالانکہ اس سے قبل وہ اس بات کے قائل تھے کہ اُمِ ولد کا بیچنا جائز نہیں ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک تھا] ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ کا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کسی مسئلے پر متفق رہنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ آپ دونوں کے اختلاف سے لوگوں میں افتراق واختلاف کا خطرہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُس وقت جو جواب دیا تھا وہ اہلِ علم کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

[اُقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ فَإِنِّيْ أَكْرَهُ الْإِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُوْنَ النَّاسُ جَمَاعَةً أَوْ أَمُوْتَ عَلٰى مَا مَاتَ أَصْحَابِيْ] (۱۹۸)

اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وحدتِ اُمت کی کس قدر اہمیت ہے' کہ بسا اوقات اپنے نزدیک راجح اور بطور دلیل قوی مسئلہ کے بارے میں بھی سکوت اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے تمام اہلِ علم واہلِ قلم حضرات سے میری مؤدبانہ گزارش ہے کہ کوئی

(۱۹۸) صحیح البخاری: ۳۷۰۷' المناقب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایسا مسئلہ جس کے خلاف کسی جگہ کے علماء کا اتفاق ہو اٹھانے اور اسے مسئلۂ عوام بنانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

میرا یہ مقصد قطعاً نہیں ہے کہ اہل زبان وقلم حضرات اپنی زبان وقلم کو اظہارِ حق سے روکے رکھیں' بلکہ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ ''لکل مقام مقال'' کی حکمت پر عمل کیا جائے اور کسی مسئلے کی تحقیق کے لیے اہلِ علم سے خصوصی رابطے کیے جائیں' کسی علمی کتاب اور خاص علمی پرچے میں بحث ومناقشہ کے لیے پیش کیا جائے۔ مسئلے کی اہمیت کے پیشِ نظر بوقتِ ضرورت علماءِ حق کی میٹنگ بھی بلائی جاسکتی ہے' اور یہ چیز جمعیت کی بساط سے باہر نہیں ہے اور نہ ہی دینی مدارس وعلمی درس گاہوں کے دائرۂ عمل سے خارج ہے۔

یہ چند گزارشات تھیں جنہیں اہلِ علم اور ذمہ دارانِ جمعیت کے سامنے رکھنا ضروری سمجھا گیا۔ اگر حق ہو تو قبول کر لی جائیں اور اگر حق کے خلاف ہیں تو میں بھی ایک بشر ہوں' جس کی فطرت میں خطاونسیان ودیعت کی گئی ہے۔ اس کے لیے بصد عاجزی بارگاہِ مستجاب الدعوات میں گزارش ہے کہ:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ oo

www.KitaboSunnat.com

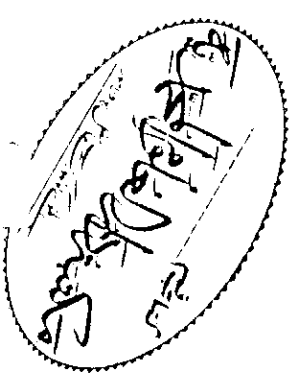

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

# نورِ اسلام اکیڈمی

لاہور — پاکستان

## کی دیگر مطبوعات